عابی

عاطر شاہین

عابی

''اللہ اکبر اللہ.....''

مسجد کے مولوی صاحب نے فجر کی اذان دینی شروع کی تو عابی کی دادی کی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ عابی کی دادی نے لحاف ایک سائیڈ پر کیا اور وہ اٹھ بیٹھیں۔ انہوں نے اپنی جوتی پہنی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے سے نکل کر عابی کے کمرے کی طرف بڑھنے لگیں۔ عابی کا کمرہ ان کے کمرے کے ساتھ تھا۔ انہوں نے کمرے کا دروازہ کھول کر عابی کو آواز دی۔

''عابی۔ اٹھو۔ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔''

لیکن عابی اپنے بستر پر لحاف اوڑھے سوئی رہی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے کمرے میں بھی نائٹ بلب جل رہا تھا۔

''عابی۔ عابی۔'' دادی نے ایک بار پھر اسے آواز دی لیکن عابی اس بار بھی کوئی جواب نہ دیا۔

''اونہوں۔'' دادی نے دوبارہ آواز دی تو عابی کی آواز سنائی دی پھر اس نے دوسری طرف کروٹ بدل لی۔

''عابی۔ اٹھو۔ فجر کی نماز پڑھ لو۔ تم سن نہیں رہی ہو۔'' دادی نے کہا۔

''اچھا دادو۔ پڑھ لوں گی۔ ابھی تو بہت وقت پڑا ہے۔'' عابی نے جواب دیا۔

''روز ہی یہی کہتی ہو لیکن نماز نہیں پڑھتی۔ اٹھو۔'' دادی نے کہا۔

''کہہ تو دیا ہے دادو۔ پڑھ لوں گی۔ ابھی مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔'' عابی کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

''منحوس ماری۔ رات کو دیر سے سوتی ہے اور فجر کی نماز کے وقت نہیں اٹھتی۔ کتنی بار اس لڑکی سے کہا ہے کہ رات کو جلد سو جایا کرو لیکن مجال ہے اس کے کانوں پر جوں تک رینگے۔ اللہ کو بھی یاد کر لیا کرو منحوس ماری۔'' دادی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ پھر وہ عابی کے کمرے سے نکل کر واحد علی کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ واحد علی ان کا بیٹا تھا۔ انہوں نے واحد علی کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

''واحد علی۔ اٹھ جاؤ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ عابی کی ماں کو بھی جگا دو، وہ بھی نماز پڑھ لے۔'' دادی نے کہا۔

''اچھا اماں۔'' کمرے کے اندر سے واحد علی کی آواز سنائی دی اور پھر دادی، عابی کے بھائی شہباز کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ انہوں نے شہباز کو بھی جگایا اور پھر وہ باتھ روم میں چلی گئیں۔

عابی کی دادی کا یہ روز کا معمول تھا۔ جیسے ہی فجر کی اذان ہوتی عابی کی دادی اٹھ جاتی تھیں اور پھر وہ باری باری سب کو نماز پڑھنے کے لئے جگاتی تھیں۔ سب تو نماز پڑھ لیتے تھے لیکن عابی سوتی رہتی تھی۔ وہ کبھی کبھار ہی فجر کی نماز پڑھ پاتی تھی۔ وہ اس وقت اٹھتی جب اس کے آفس جانے کا وقت ہو جاتا تھا۔ پھر وہ جلدی جلدی تیار ہوتی تھی۔ ناشتے کے چند لقمے کھاتی تھی اور آفس چلی جاتی تھی۔

عابی کا اصل نام تو عابدہ تھا مگر گھر والے اسے پیار سے عابی پکارتے تھے۔ عابی کی عمر چوبیس سال کے لگ بھگ تھی اور وہ ایک پرائیویٹ کمپنی میں جاب کرتی تھی۔ وہ اپنی کمپنی کے باس کی سیکرٹری تھی۔ شہباز اس کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کی عمر اکیس سال تھی اور اس نے حال ہی میں بی اے کیا تھا۔ ان دنوں وہ کسی جاب کی تلاش میں تھا مگر ابھی تک اسے کوئی جاب نہیں ملی تھی۔ عابی کے والد واحد علی گورنمنٹ سکول میں چپڑاسی تھے اور ان کی تنخواہ دس ہزار روپے تھی۔ شہباز سارا دن جاب کے حصول کے لئے مارا مارا پھرتا رہتا تھا۔ اس نے کئی کمپنیوں میں اپنی سی وی بھی جمع کرائی ہوئی تھی لیکن اتنی دوڑ دھوپ کے باوجود اسے کہیں بھی نوکری نہیں مل رہی تھی۔ کبھی کبھی تو شہباز سوچتا تھا کہ اس کے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا اسے کوئی جاب تو مل ہی نہیں رہی۔ عابی اور اس کے والد

گھر کے اخراجات پورے کر رہے تھے۔ عابی نے بھی بی اے کیا ہوا تھا اور اسے ملازمت کرتے ہوئے دو سال ہو گئے تھے۔ غربت کی وجہ سے وہ مزید آگے نہ پڑھ سکی تھی لیکن اب اس کا ارادہ تھا کہ وہ پرائیویٹ طور پر ایم اے کرے گی۔ وہ پہلے ایک اور پرائیویٹ کمپنی میں کمپیوٹر آپریٹر کی جاب کرتی تھی لیکن ایک دن اخبار میں ایک پرائیویٹ کمپنی کا اس نے اشتہار دیکھا۔ اشتہار کے مطابق کمپنی میں سیکرٹری کی ایک سیٹ خالی تھی۔ تنخواہ بھی اچھی تھی اس لئے عابی نے اپلائی کیا تو تقدیر نے اس کا ساتھ دیا اور وہ سلیکٹ ہو گئی۔ اسے اب دوسری کمپنی میں جاب کرتے ہوئے دوسرا مہینہ تھا۔ اس کمپنی کا باس ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس کا نام خاقان ہمدانی تھا۔ خاقان ہمدانی بہت ہی اچھے اور ہمدرد انسان تھے۔ عابی نے آفس جانے اور گھر آنے کے لئے رکشہ لگوایا ہوا تھا۔ وہ رکشے پر سوار ہو کر آفس جاتی تھی اور واپس بھی رکشے پر آتی تھی۔ کبھی کبھار آفس میں کام زیادہ ہوتا اور وہ لیٹ ہو جاتی تو اس کا بھائی شہباز اسے آفس سے لینے آ جاتا تھا۔

عابی کا ایک ہی ماموں تھا جس کا نام شہزاد تھا۔ ماموں شہزاد کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ سب سے بڑا بیٹا انور ان پڑھ تھا اور مستری کا کام کرتا تھا جبکہ دوسرا بیٹا اور دونوں بیٹیاں بھی کم پڑھے لکھے تھے اور ملازمت کرتے تھے۔ ماموں شہزاد نے اپنی بہن سے اپنے بیٹے انور کے لئے عابی کا رشتہ مانگا تھا۔ عابی کی امی نے تو نیم رضامندی ظاہر کر دی تھی لیکن عابی نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ وہ انور سے کبھی شادی نہیں کرے گی کیونکہ اس میں اور انور میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اس کے ماموں شہزاد ان سے سخت ناراض ہو گئے تھے اور انہوں نے وہاں آنا بھی چھوڑ دیا تھا لیکن عابی نے اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی تھی۔ عابی کی امی بھی یہی چاہتی تھیں کہ کوئی اچھا سا رشتہ آ جائے تو وہ عابی کی شادی کر دیں کیونکہ عابی کی شادی کی عمر گزرتی جا رہی تھی۔ انہیں اپنی بیٹی کی بے حد فکر تھی۔ انور کے رشتے کے بعد چند رشتے اور بھی آئے تھے لیکن عابی نے ان رشتوں پر بھی انکار کر دیا تھا کیونکہ اسے کوئی بھی لڑکا پسند نہیں آیا تھا۔ کسی کی اپنی شاپ تھی، کوئی کسی مل میں ملازمت کرتا تھا تو کوئی الیکٹریشن تھا۔ اس کی ماں اس سے پوچھتی رہتی تھی کہ اگر اسے کوئی لڑکا پسند ہے تو وہ اسے بتائے تاکہ وہ اس لڑکے کے بارے میں چھان بین کر کے اس کی وہاں شادی کر دیں لیکن عابی نے یہ بھی کہا کہ اسے کوئی لڑکا پسند نہیں ہے۔ جب اس کی شادی ہونی ہو گی تو ہو جائے گی۔ اس کی یہ بات سن کر ماں چپ ہو جاتی تھی۔

عابی جب سو کر اٹھی تو اس وقت صبح کے آٹھ بجنے میں بیس منٹ باقی تھے۔ اسے نو بجے آفس پہنچنا تھا اس لئے وہ جلدی جلدی تیار ہونے لگی۔ اسے تیار ہونے میں صرف آدھا گھنٹہ صرف ہوا تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر برآمدے میں آئی تو اس کی دادی جان ایک چارپائی پر بیٹھی تسبیح پڑھنے میں مصروف تھی جبکہ اس کی امی کچن میں برتن دھو رہی تھی۔ اس کے ابو اور چھوٹا بھائی شہباز گھر سے جا چکے تھے۔

''اٹھ گئی منحوس۔ مجال ہے صبح کی نماز کے لئے اٹھتی۔'' دادی نے عابی سے کہا تو وہ مسکراتی ہوئی ان کے قریب چارپائی پر بیٹھ گئی۔

''دادو۔ آپ مجھے منحوس کیوں کہتی ہیں۔ کیا میں واقعی منحوس ہوں۔'' وہ دادی کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی دادی جان اس سے بے حد محبت کرتی ہیں اس لئے وہ اسے پیار سے منحوس کہتی ہیں۔

''نہیں میری پیاری بیٹی۔ میں تو ویسے ہی پیار سے کہتی ہوں۔ منحوس ہوں تمہارے دشمن۔'' دادی نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

''تو پھر نہ کہا کریں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' عابی نے لاڈ بھرے انداز میں کہا۔

''اچھا اچھا۔ آئندہ نہیں کہا کروں گی لیکن ایک شرط پر۔'' دادی جان نے مسکراتے ہوئے کہا تو عابی بھی چونک پڑی۔

''شرط۔ کیسی شرط دادو؟'' عابی حیران تھی۔

''شرط یہ ہے کہ تم صبح کی نماز باقاعدگی سے پڑھو گی۔'' دادی جان نے کہا۔

''ٹھیک ہے دادو۔ میں کوشش کروں گی۔''

''صرف کوشش نہیں، عمل بھی کرنا ہے۔'' دادی جان نے کہا۔

''ٹھیک ہے دادو۔'' عابی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

''السلام علیکم امی جان۔'' عابی نے کچن میں داخل ہو کر اپنی امی کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام۔'' امی نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''امی۔ ناشتا تو دیں۔ رکشے والا بھی آنے والا ہے۔'' عابی نے کہا۔

''بیٹھو۔ دیتی ہوں۔ تم خود ہی دیر سے جاگی ہو آج۔'' اس کی امی نے کہا اور عابی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''ہاں امی۔ رات کو دیر سے سوئی تھی اس لئے صبح دیر سے آنکھ کھلی ہے۔'' عابی نے جواب دیا۔

اس کی ماں نے ٹونٹی بند کی، کپڑے سے ہاتھ صاف کئے اور پھر انہوں نے عابی کو ناشتہ دیا تو عابی جلدی جلدی ناشتہ کرنے لگی۔

''امی۔ شہباز کہاں گیا ہے۔'' عابی نے پوچھا۔

''وہ نوکری کی تلاش میں گیا ہے۔ اللہ کرے میرے بیٹے کو نوکری مل جائے اور وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔'' امی نے جواب دیا۔

''امی۔ آپ دعا کیا کریں۔ ماں کی دعا میں بڑی طاقت ہوتی ہے انشاء اللہ شہباز کو جلد ہی نوکری مل جائے گی۔'' عابی نے کہا۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہ چائے پینے لگی۔

''عابی۔ تمہارے فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔'' اسی لمحے عابی کو دادو کی آواز سنائی دی۔

''اوہ۔ رکشے والا آ گیا ہے۔ اچھا امی میں چلتی ہوں۔'' عابی نے جلدی سے کہا۔ پھر اس نے کپ میز پر رکھ دیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ کپ آدھا چائے سے بھرا ہوا تھا۔

''ارے چائے تو پیتی جاؤ۔'' امی نے عابی سے کہا۔

''نہیں امی۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ شام کو چائے پی لوں گی۔'' عابی نے جواب دیا اور پھر اس نے امی کو سلام کیا اور کچن سے نکل گئی۔ اس نے چارپائی پر پڑا اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور دادو کو سلام کر کے وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ عابی نے رکشے والے کو اپنا سیل نمبر دیا ہوا تھا اس لئے وہ جب بھی آتا تھا تو وہ عابی کو مس بیل کر دیتا تھا اور عابی سمجھ جاتی تھی کہ رکشے والا آ گیا ہے۔ رکشے والے کا نام اسلم تھا اور وہ ایک نوجوان لڑکا تھا۔ اسلم بہت ہی شریف تھا۔ وہ عابی کو باجی کہہ کر پکارتا تھا اور اس کا بے حد احترام کرتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد رکشہ اسے لئے اس کے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ رکشہ خراب ہو کر رک گیا۔ عابی کے چہرے پر بے زاری کے تاثرات ابھر آئے۔

''باجی۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کر لیں۔ میں ابھی رکشہ ٹھیک کر لوں گا۔'' اسلم نے عابی سے کہا۔

''افوہ۔ کتنی دیر لگ جائے گی۔'' عابی نے پوچھا۔

''باجی۔ بیس پچیس منٹ لگ جائیں گے۔'' اسلم نے جواب دیا تو عابی کے چہرے پر حیرت اور پریشانی کے تاثرات ابھر آئے۔

''بیس پچیس منٹ۔ افوہ۔ میں تو آفس سے لیٹ ہو جاؤں گی۔'' عابی نے کہا۔

''باجی مجبوری ہے۔'' اسلم نے جواب دیا اور پھر وہ سیٹ اٹھا کر انجن کا جائزہ لینے لگا جبکہ عابی رکشے میں ہی بیٹھی رہی۔ وہ یہ بات بھول گئی تھی کہ آج اس نے آفس جلدی پہنچنا تھا۔ کل اس کے باس خاقان ہمدانی نے اسے سختی سے ہدایت کی تھی کہ وہ کل یعنی آج صبح آٹھ بجے تک آفس پہنچ جائے۔ اس نے چند ضروری لیٹر ٹائپ کرنے تھے۔ اسے یہ بات اب یاد آ رہی تھی تو اب اس پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی تھی۔

''سنو اسلم بھائی۔'' عابی نے اسلم کو آواز دی۔

''جی باجی۔'' اسلم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے آج آفس جلدی پہنچنا ہے۔ تم مجھے دوسرے رکشے پر سوار کرا دو۔ میں کرایہ دے دوں گی۔'' عابی نے کہا۔

''جی بہتر۔ جیسی آپ کی مرضی۔'' اسلم نے جواب دیا اور پھر اس نے ایک رکشہ رکوایا تو عابی اس میں سوار ہو گئی اور اس نے رکشے والے کو مطلوبہ ایڈریس بھی بتا دیا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ آفس میں داخل ہو رہی تھی۔ اس کے باس خاقان ہمدانی آ چکے تھے کیونکہ آفس کے پارکنگ میں عابی نے ان کی کار دیکھ لی تھی۔ عابی تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اپنے آفس میں پہنچی ہی تھی کہ انٹر کام کی بیل بج اٹھی۔ عابی سمجھ گئی کہ اس کا باس اسے کال کر رہا ہو گا۔ اس نے اپنا ہینڈ بیگ ٹیبل پر رکھا اور انٹر کام کا رسیور اٹھا لیا۔

''السلام علیکم سر۔'' عابی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''وعلیکم السلام۔ مس عابدہ میرے آفس میں آئیں۔'' دوسری طرف سے اس کے باس خاقان ہمدانی کی سنجیدہ آواز سنائی دی۔

''جی سر۔ میں آتی ہوں۔'' عابی نے جواب دیا اور پھر دوسری طرف سے انٹر کام بند ہو گیا تو اس نے بھی رسیور رکھ دیا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے باس نے اسے کیوں طلب کیا ہے کیونکہ وہ آفس لیٹ پہنچی تھی۔ وہ اپنے

آفس سے نکل کر اپنے باس کے آفس کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے ہلکی سی دستک دی اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ ایک جہاز سائز ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر اس کے باس خاقان ہمدانی بیٹھا ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں بال پین تھا اور ان کے سامنے ایک فائل موجود تھی۔ انہوں نے براؤن کلر کا تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا۔ آنکھوں پر نظر کا چشمہ تھا۔ سر کے بال بڑے سلیقے سے تراشے ہوئے تھے جبکہ سائیڈوں پر سفید بال انہیں بہت ہی بھلے لگ رہے تھے۔ ان کی عمر کم وبیش پچاس سال کے لگ بھگ ہوگی لیکن اس عمر میں بھی وہ انتہائی ہینڈسم اور چاق وچوبند دکھائی دے رہے تھے۔

''بیٹھیں۔'' خاقان ہمدانی نے عابی سے کہا تو وہ ''شکریہ سر'' کہتی ہوئی ٹیبل کے سامنے رکھی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

''جی سر۔'' عابی نے باس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مس عابدہ۔ میں نے کل آپ کو خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ آپ آج آٹھ بجے آفس آجایئے گا لیکن آپ نے میری ہدایت کو فالو ہی نہیں کیا حالانکہ آپ نے انتہائی اہم لیٹرز ٹائپ کرنے تھے۔'' خاقان ہمدانی نے عابی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کے لہجے میں ہلکا سا غصہ شامل تھا۔

''سوری سر۔ دراصل۔ دراصل میں بھول گئی تھی۔'' عابی نے شرمندہ لہجے میں صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا تو خاقان ہمدانی کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ حالانکہ انہیں تو غصہ آنا چاہئے تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ عابی جھوٹ نہیں بولتی تھی۔

''آپ بھول گئی تھی۔ کیا بات ہے۔ ویسے آپ کو بھولنے کی بیماری تو نہیں لگ گئی''۔ خاقان ہمدانی نے کہا تو عابی کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے باس اس پر طنز کر رہے ہیں۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔

''سوری سر۔ آئندہ میں احتیاط کروں گی۔'' عابی نے دھیمی آواز میں کہا۔

''اوکے۔ یہ لیں۔ اس فائل میں چار لیٹرز ہیں۔ یہ ٹائپ کر کے لے آئیں۔'' خاقان ہمدانی نے اپنے سامنے پڑی ہوئی ایک فائل اٹھا کر عابی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو عابی نے فائل لی اور خاقان ہمدانی کے آفس سے نکل کر اپنے آفس میں آگئی۔ اس نے فائل ٹیبل پر پھینکی اور خود دھب سے اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ باس

کے کہنے ہوئے طنزیہ الفاظ بار بار اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ شاید اسے توقع نہیں تھی کہ اس کا باس اس سے اس انداز میں بات کرے گا۔ پھر اس نے خود کو کوسا کہ غلطی اسی کی ہی تھی کہ وہ کیوں بھول گئی تھی کہ اسے آج آفس جلدی پہنچنا تھا۔ اس نے کمپیوٹر آن کیا اور لیٹرز ٹائپ کرنے میں مصروف ہوگئی۔

☆.....☆.....☆

شام کو عابی آفس سے گھر پہنچی تو وہ بہت سنجیدہ تھی۔ اس کے ابو اور بھائی شہباز بھی گھر میں موجود تھے۔ دادی جان مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں جبکہ اس کی امی حسب معمول کچن میں مصروف تھیں۔ اس نے ابو اور شہباز کو سلام کیا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے ہینڈ بیگ بستر پر پھینک دیا اور خود ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اسے بار بار اپنے باس خاقان ہمدانی کے کہے ہوئے الفاظ یاد آرہے تھے۔ اس کی جاب میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اس کے باس نے اس سے طنزیہ لہجے میں بات کی تھی۔

''عابی! آجاؤ کھانا تیار ہے۔'' اسی لمحے اسے امی کی آواز سنائی دی تو اس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

''امی! آرہی ہوں۔'' عابی نے جواب دیا اور ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھونے اور کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ صحن میں آگئی۔ اس کی دادی نماز سے فارغ ہوچکی تھیں۔ وہ سب دسترخوان پر بیٹھے اسی کا انتظار کررہے تھے۔ وہ سب عشاء سے پہلے پہلے رات کا کھانا کھالیتے تھے۔

''شہباز۔ تمہاری جاب کا کیا بنا۔ کہیں نوکری ملی۔'' عابی نے امی کے پاس بیٹھتے ہوئے شہباز سے پوچھا۔

''نہیں باجی۔ کوشش جاری ہے اور مجھے امید ہے کہ جلد ہی جاب مل جائے گی۔'' شہباز نے جواب دیا تو عابی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''عابی۔ تمہارا موڈ کیوں خراب ہے۔ خیریت تو ہے ناں۔'' دادی نے عابی سے پوچھا۔ وہ تسبیح بھی پڑھ رہی تھیں۔

''میرا موڈ تو ٹھیک ہے دادی۔ بس آج آفس میں کام بہت زیادہ تھا اس لئے بہت تھک گئی ہوں۔'' عابی نے جواب دیا۔

''باجی۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اتنا کام کرنا پڑ رہا ہے۔ میرا وعدہ ہے کہ جیسے ہی میری جاب لگی تو میں آپ کو جاب نہیں کرنے دوں گا بلکہ گھر کا سارا بوجھ میں اٹھاؤں گا۔'' شہباز نے کہا۔

''ارے پگلے۔کیسی باتیں کررہے ہو۔ایسی کوئی بات نہیں ہے۔آج کا دور ایسا ہے کہ گھر کے سارے افراد بھی مل کر کمائیں تو پھر بھی پوری نہیں پڑتی۔مہنگائی آسمان پر پہنچی ہوئی ہے۔اگر میں جاب نہیں کروں گی تو گھر فارغ بیٹھ کر کیا کروں گی۔تمہاری جاب لگ گئی تو میں پھر بھی جاب کرتی رہوں گی۔'' عابی نے کہا تو شہباز نے سر جھکا لیا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد عابی نے عشاء کی نماز پڑھی اور تھوڑی دیر ٹی وی دیکھنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی۔اس کی عادت تھی کہ سونے سے پہلے وہ کسی کتاب یا ڈائجسٹ کا مطالعہ ضرور کرتی تھی لیکن اس روز اس کا مطالعہ کرنے کا دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔وہ بستر پر نیم دراز ہوگئی اور کچھ سوچنے لگی کہ اسی لمحے اس کے ہینڈ بیگ میں موجود اس کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عابی چونک پڑی۔

''کس کا فون ہوسکتا ہے؟'' عابی نے سوچا۔اس نے ہینڈ بیگ کھول کر اس میں سے اپنا سیل فون نکالا اور سکرین پر موجود نمبر کو دیکھنے لگی۔اجنبی نمبر تھا۔عابی چند لمحے دیکھتی رہی اور سوچتی رہی کہ وہ اٹینڈ کرے یا نہ کرے۔پھر اس نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے آفس کی کسی کولیگ کا فون ہو اور اس سے ضروری بات کرنا چاہتا ہو۔اس نے یس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔

''ہیلو۔'' اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

''ہیلو۔'' دوسری طرف سے کسی اجنبی مرد کی آواز سنائی دی۔

''جی فرمایئے۔'' عابی نے کہا۔

''کیا یہ الیاس صاحب کا نمبر ہے۔'' دوسری طرف سے اجنبی نے پوچھا۔

''سوری۔یہ الیاس صاحب کا نمبر نہیں ہے۔'' عابی نے بیزاری سے جواب دیا۔

''لیکن الیاس صاحب نے تو مجھے یہی نمبر دیا تھا۔ٹھہریئے۔میں نمبر دوہراتا ہوں۔'' دوسری طرف سے اجنبی نے کہا اور پھر اس نے نمبر دوہرا دیا۔اس نے جو نمبر دوہرایا تھا وہ بالکل درست تھا۔وہ نمبر عابی کا تھا۔

''نمبر تو درست بتایا ہے آپ نے۔'' عابی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اگر نمبر درست ہے تو آپ کون بول رہی ہوں۔اوہو، میرا خیال ہے آپ الیاس صاحب کی چھوٹی بیٹی کرن بول رہی ہیں۔پلیز، میری الیاس صاحب سے بات کرا دیں۔میرا ان سے بات کرنا بے حد ضروری

ہے۔'' دوسری طرف سے اجنبی نوجوان نے ملتجیانہ لہجے میں کہا تو عابی کے چہرے پر بے زاری کے تاثرات میں مزید اضافہ ہو گیا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ نوجوان جان بوجھ کر ایسی بات کر رہا ہے تا کہ وہ اس کی توجہ حاصل کر سکے۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ لوگ غلط نمبر ڈائل کر دیتے ہیں اور اگر کوئی لڑکی کا نمبر مل جائے تو پھر وہ اس سے دوستی کرنے کے چکر میں کبھی کہتے کہیں کہ مجھے فلاں ڈاکٹر صاحب سے بات کرنی ہے، فلاں بندے سے بات کرنی ہے جیسا وہ اجنبی نوجوان کہہ رہا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ کچھ لڑکیاں بھی ان سے دوستی کر لیتی ہیں لیکن عابی ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی۔ وہ بہت مختلف تھی اور اس کے خیالات بھی مختلف تھے۔

''سوری مسٹر۔ یہاں کوئی الیاس صاحب نہیں رہتے اور نہ ہی میں ان کی بیٹی ہوں۔ آپ کو غلط نمبر بتایا گیا ہے۔ آپ صحیح نمبر ڈائل کریں۔'' عابی نے کہا پھر وہ فون آف کرنے ہی لگی تھی کہ اسے اجنبی کی شوخ آواز سنائی دی۔

''آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔ بلکہ آپ شاید میرے ساتھ مذاق کر رہی ہیں۔''

''مسٹر۔ مجھے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی میں جھوٹ بولتی ہوں۔ میں نے آپ سے ایک بار کہہ دیا ہے کہ یہ کسی الیاس صاحب کا نمبر نہیں ہے لیکن آپ کو یقین کیوں نہیں آ رہا۔'' عابی نے برافروختہ ہوتے ہوئے کہا۔ غصے سے اس کی پیشانی پر لاتعداد شکنیں پڑ گئی تھیں۔ اجنبی کی بات نے اسے سیخ پا کر دیا تھا۔

''ارے ارے آپ غصہ کیوں کر رہی ہیں۔ میں نے آپ کو ایسا کیا کہہ دیا ہے کہ آپ کا غصہ ناک سے ہوتا ہوا دماغ تک پہنچ گیا ہے۔'' اجنبی نے پھر اسی لہجے میں کہا تو عابی نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''آپ کو دوسروں کا وقت ضائع کرتے شرم نہیں آتی۔ میں سمجھتی ہوں، غلط ملط نام لے کر آپ ایسے ہی لڑکیوں کو تنگ کر کے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' عابی نے برانگیختہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے کال کاٹ دی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اجنبی نوجوان جان بوجھ کر وقت پاس کرنے کے لئے رانگ نمبر ملا کر اسے تنگ کرنا چاہتا ہے۔ عابی نے سیل فون سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہی تھا کہ اس کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ عابی نے بے اختیار چونک کر سیل فون کی طرف دیکھا اور پھر اسے اٹھا کر سکرین پر دیکھا تو اسکرین پر اسی اجنبی کا نمبر ڈسپلے ہو رہا تھا۔ عابی کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

''اسے کھری کھری سنانی ہی پڑے گی پھر یہ باز آئے گا۔'' عابی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے یس

کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگالیا۔

''مسٹر۔آپ کو کیا مسئلہ ہے۔آپ کیوں فون کر رہے ہیں اب۔میں نے آپ کو بتا دیا ہے کہ یہ کسی الیاس صاحب کا نمبر ہے۔'' عابی نے دوسری طرف سے بات سنے بغیر ہی برافروختہ لہجے میں کہا۔

''سوری مس۔میرا مقصد آپ کو تنگ کرنا نہیں ہے اور نہ ہی میں کوئی فلرٹی ہوں۔میں ایک خاندانی نوجوان ہوں۔میں نے آپ کو دوبارہ فون آپ کی بات کا جواب دینے کے لئے کیا ہے۔آپ نے کہا ہے کہ میں غلط ملط نام لے کر آپ کو تنگ کر رہا ہوں۔سوری مس، میں ہرگز ایسا انسان نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے کسی لڑکی کو تنگ کرنے کا شوق ہے۔میں نے نمبر چیک کیا ہے۔واقعی ایک فگر کی وجہ سے بائی چانس آپ کا نمبر مل گیا ہے اور آپ سمجھیں کہ میں نے آپ کو تنگ کرنے اور آپ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے فون کیا ہے۔آپ کو اس طرح کسی پر بہتان بازی یا الزام تراشی کا کوئی حق نہیں ہے۔جس طرح پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح سب نوجوان ایک جیسے نہیں ہوتے۔ہر ایک نوجوان کی عادتیں اور مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔'' اجنبی نے کافی طویل بات کرتے ہوئے کہا عابی بے زار ہو گئی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔وہ پہلے ہی اپنے باس کی طنزیہ باتوں کی وجہ سے پریشان تھی اب اس نوجوان کی باتوں سے اسے بے زاری محسوس ہو رہی تھی۔وہ سمجھتی تھی کہ اجنبی نوجوان بالکل ہی ٹھیک کہہ رہا تھا کہ سب نوجوان ایک جیسے نہیں ہوتے لیکن اسے یہی لگا تھا کہ وہ نوجوان اسے تنگ کرنے یا اس سے دوستی کرنے کے چکر میں اسے فون کر رہا ہے۔

''سوری مسٹر۔شاید میں غلط کہہ گئی تھی۔'' عابی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔اس کی یہ ایک بہت اچھی عادت تھی کہ وہ فوراً ہی اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتی تھی۔اب بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا۔

''میرا نام مسٹر نہیں دانیال ہے۔دانیال مسعود۔آپ کا بے حد شکریہ کہ آپ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ویسے اس دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو غلطی کرنے کے باوجود اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے۔'' اجنبی نے کہا۔شاید وہ بہت باتونی معلوم ہوتا تھا۔عابی کا خیال تھا کہ عورتیں بہت زیادہ بولتی ہیں لیکن اسے آج معلوم ہوا تھا کہ مرد حضرات بھی خواتین سے کسی طور کم نہیں ہوتے۔

''او کے مسٹر دانیال۔اب میں فون بند کر رہی ہوں۔'' عابی نے کہا۔

''ارے ارے فون بند نہ کیجئے گا۔ایک منٹ۔'' اچانک دانیال نے تیز لہجے میں کہا تو عابی چونک پڑی۔

''کیوں۔میں فون بند کیوں نہ کروں۔'' عابی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''آپ نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں اور فون بند کر رہی ہیں۔کم سے کم اپنا نام تو بتا دیں۔'' دانیال نے جلدی جلدی سے کہا تو عابی کو عجیب سا لگا کہ اجنبی مرد اس سے اس کا نام پوچھ رہا ہے۔

''آپ مجھ سے میرا نام کیوں پوچھنا چاہتے ہیں۔'' عابی نے کہا۔

''ویسے ہی۔اگر آپ اپنا نام نہیں بتانا چاہتیں تو آپ کی مرضی ہے۔''

''جی بالکل۔میں نہیں بتانا چاہتی۔''

''ویسے نام بتانے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔نام تو نام ہی ہے۔کیا خیال ہے آپ کا۔'' دانیال نے ایک بار پھر شوخی سے کہا تو عابی ایک بار پھر بیزار ہو گئی۔وہ سوچنے لگی کہ اسے اپنا نام بتانا چاہئے یا نہیں۔چند لمحے وہ اسی تذبذب کے عالم میں سیل فون کان سے لگائے بیٹھی رہی۔

''ارے کس سوچ میں گم ہو گئی ہیں۔لگتا ہے آپ سوچ رہی ہیں کہ آپ کو اپنا نام بتانا چاہئے یا نہیں۔بہر حال سوچ لیں۔'' دانیال کی آواز عابی کی سماعت سے ٹکرائی تو عابی حیران رہ گئی۔اس نے اس کی سوچ بھی پڑھ لی تھی۔خاصا ذہین نوجوان تھا وہ۔

''اچھا میں فون بند کر رہی ہوں۔'' عابی سے جب کوئی جواب نہ بن پایا تو اس نے کہا۔

''میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ اپنا نام نہیں بتانا چاہتیں اس لئے فون بند کرنے کا بہانہ کر رہی ہیں۔ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔کل بات ہو گی۔'' دانیال نے کہا۔

''کیا مطلب۔کیا آپ کل پھر فون کریں گے۔'' عابی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جی ہاں۔ویسے میں نے آج تک کسی لڑکی سے اتنی طویل گفتگو نہیں کی لیکن آپ سے گفتگو کر کے مجھے بہت اچھا لگا ہے۔کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی۔'' دانیال نے جواب دیا تو عابی کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔اس کی زندگی میں یہ پہلا مرد تھا جس نے اسے دوستی کی آفر کی تھی حالانکہ وہ جس آفس میں کام کرتی تھی وہاں مردوں کی اکثریت تھی لیکن آج تک اس نے کسی مرد سے یا کسی مرد نے اس سے دوستی کی خواہش نہیں کی تھی

اس لئے اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔

''ارے پھر کہاں کھو گئیں۔'' دانیال کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ بے اختیار چونک پڑی۔

''سوری مسٹر دانیال۔ میں کسی مرد سے دوستی نہیں کرتی۔'' عابی نے جواب دیا۔

''لیکن میں تو آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ بے فکر رہیں میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔'' دانیال نے جلدی سے کہا۔ یوں لگتا تھا وہ ضدی قسم کا نوجوان ہے۔

''آپ نے تو کہا تھا کہ آپ مجھے تنگ نہیں کریں گے اب آپ مجھ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں، بھلا یہ کیا بات ہوئی۔'' عابی نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں آپ کو تنگ تو نہیں کر رہا۔ میں ایک سیدھا سادا اور شریف انسان ہوں۔ آپ پہلی لڑکی ہیں جس سے میں اتنی طویل بات چیت کر رہا ہوں۔ ورنہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں کسی سے طویل بات چیت کر سکوں۔ آپ مجھے اچھی لگی ہیں اس لئے میں نے آپ کو دوستی کی آفر کی ہے۔'' دانیال نے کہا۔

''اوکے۔ میں فون بند کر رہی ہوں۔'' عابی نے بیزاری سے کہا۔

''ایک منٹ۔ فون بند نہ کیجئے گا۔'' دوسری طرف سے دانیال کی تیز آواز سنائی دی۔

''جی فرمایئے۔ اب آپ نے کیا کہنا ہے۔'' عابی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو کل فون کر کے آپ کی رائے معلوم کروں گا۔'' دانیال نے کہا۔

''رائے۔ کیسی رائے۔'' عابی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''یہی کہ آپ مجھ سے دوستی کرنا چاہیں گی یا نہیں۔ اللہ حافظ۔'' دانیال نے کہا اور پھر دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا تو عابی نے سیل فون تھکے تھکے انداز میں سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ عجیب ہی انسان تھا۔ اس نے سوچا۔ اس کا سر کھا گیا تھا۔ اسے ذرا بھی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ اس سے دوستی کرنے کی خواہش ظاہر کرے گا۔ عابی کو مردوں سے دوستی کرنے میں ذرا بھی انٹرسٹ نہیں تھا۔ اس نے لحاف خود پر ڈالا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆.....☆.....☆

دانیال کا تعلق ایک متمول گھرانے سے تھا۔ وہ اپنی پرائیویٹ کمپنی کا مالک تھا۔ وہ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس کرتا تھا۔ اس کا شمار شہر کے کامیاب بزنس مینوں میں ہوتا تھا۔ دانیال کی ایک بہن بھی تھی جو اس سے پانچ سال بڑی تھیں۔ وہ شادی شدہ تھیں اور اپنے شوہر کے ساتھ کراچی میں رہائش پذیر تھیں۔ ان کے دو بچے تھے۔ تین سال کی بڑی بیٹی عنیزہ تھی جبکہ ایک سال کا بیٹا آیان تھا۔ دانیال ستائیس اور اٹھائیس سال کے لگ بھگ ایک خوبرو اور وجیہہ نوجوان تھا۔ وہ انتہائی ہنس مکھ، زندہ دل اور شوخ طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے ذہن کی خوبصورتی نے اس کے کردار کو نکھار دیا تھا۔ نہایت وجیہہ اور سمارٹ ہونے کی وجہ سے وہ جلد ہی صنف مخالف کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا تھا لیکن وہ فلرٹی نہیں تھا اور نہ ہی اس نے کبھی زندگی میں کسی لڑکی سے فلرٹ کیا تھا۔ وہ ایک صاف گو انسان تھا۔ اس کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ وہ جس کام کو کرنے کا تہیہ کر لیتا تو وہ اسے ہر حال میں مکمل کرتا تھا۔ نفع ونقصان کی تو وہ ذرا برابر بھی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ بعض دفعہ وہ اپنی اسی لاابالی عادت کی وجہ سے نقصان بھی اٹھا چکا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ تجربات کرنے سے ہی انسان کو پتہ چلتا ہے۔

دانیال کے والد کو فوت ہوئے چھ سال ہو گئے تھے۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کی شاندار کوٹھی شاہکار طرز تعمیر کا نمونہ تھی۔ اس کی ماں تو اسے کئی بار کہہ چکی تھیں کہ اب وہ شادی کر لے لیکن دانیال شادی کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ وہ ابھی اپنے بزنس پر توجہ دے رہا ہے۔ اس لئے وہ ابھی شادی کے چکروں میں پڑنا نہیں چاہتا۔

دانیال کی ماں اس کی شادی اپنی بہن نگہت کی بیٹی شاہدہ سے کرنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے کئی بار سرسری انداز میں دانیال سے بھی اس بارے میں ذکر کیا تھا لیکن دانیال نے انکار کر دیا تھا۔ وہ شاہدہ کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے اپنی ماں سے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ شادی کرے گا تو اپنی پسند کی کسی لڑکی سے کرے گا ورنہ وہ شادی نہیں کرے گا۔ اس کی ماں خاموش ہو گئی تھیں۔

الیاس صاحب اس کے والد کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ دانیال کو اکثر ان سے ضروری کام کرنا پڑتا رہتا تھا۔ آج بھی اسے ان سے ضروری کام پڑا تھا لیکن غلطی سے ان کا نمبر اس کے سیل فون سے ڈیلیٹ ہو گیا تھا۔ اسے ان کا نمبر صحیح طرح سے یاد نہیں تھا لیکن اس نے ذہن پر زور دے کر نمبر یاد کیا اور پھر اپنے سیل فون سے

اسے ڈائل کر دیا تھا۔ اب اسے کیا پتہ تھا کہ وہ نمبر الیاس صاحب کی بجائے کسی اجنبی لڑکی کا تھا جس نے اس سے انتہائی بے زاری سے بات کی تھی۔ دانیال نے اپنی زندگی میں آج تک نہ ہی کسی لڑکی سے کھل کر بات کی تھی اور نہ ہی کسی لڑکی سے دوستی کرنے کی آفر کی تھی لیکن اسے نہ جانے وہ اجنبی لڑکی کیسی لگی تھی کہ اس نے اس سے دوستی کی آفر کر دی تھی۔ اجنبی لڑکی، جس نے اسے اپنا نام نہیں بتایا تھا، اسے دوستی کرنے کا جواب نہیں دیا تھا لیکن دانیال کو یقین تھا کہ اجنبی لڑکی اس سے دوستی کرنے پر آمادہ ہو جائے گی۔

دانیال اس وقت اپنے کمرے میں صوفے پر نیم دراز اس اجنبی لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ اس کے خیال میں کھویا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری ہوئی تھی۔ اس کی امی اس کے کمرے میں کب داخل ہوئیں اسے اس بات کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ اس کی امی بھی حیرت بھری نظروں سے دانیال کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''دانیال۔'' اس کی سماعت سے اس کی امی کی آواز ٹکرائی تو اس نے بے اختیار چونک کر اپنی امی کی طرف دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ سیدھا ہوا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''امی جان آپ..... آپ کب آئیں۔'' دانیال نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''میں تو کافی دیر سے یہاں کھڑی ہوں مگر شاید تم کہیں کھوئے ہوئے تھے۔'' اس کی امی نے جواب دیا۔

''آپ بیٹھیں ناں..... کھڑی کیوں ہیں۔''

دانیال نے بات بدلتے ہوئے کہا۔ وہ اپنی امی کو نہیں بتانا چاہتا تھا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کی کسی اجنبی لڑکی سے فون پر بات ہوئی ہے۔ جس سے اسے انسیت سی محسوس ہونے لگی ہے۔ اس کی امی صوفے پر بیٹھ گئیں تو وہ بھی سعادت مندی کے ساتھ ان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے دانیال۔ تم آج خوش دکھائی دے رہے ہو۔ میں جب تمہارے کمرے میں داخل ہوئی تو تم خیالات کی دنیا میں کھوئے ہوئے تھے۔ خیر تو ہے ناں۔'' اس کی امی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے امی۔'' دانیال نے جھینپتے ہوئے کہا۔

''خیر۔ میں تمہیں یہ بتانے آئی تھی کہ اشرف بھائی نے کل ہمیں ڈنر پر بلایا ہے اس لئے کل تم آفس سے ذرا

جلدی آجانا۔'' امی نے کہا۔

''ٹھیک ہے امی جان۔ میں جلدی آجاؤں گا۔'' دانیال نے سعادت مندی سے جواب دیا تو اس کی امی نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے چلی گئیں۔ امی کے جانے کے بعد دانیال نے ایک طویل سانس لیا اور ایک بار پھر صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ ایک بار پھر اجنبی لڑکی کی باتیں بازگشت بن کر اس کی سماعت سے ٹکرانے لگیں۔

اشرف اس کے سگے چچا تھے۔ ان کا ٹیکسٹائل کا بزنس تھا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ وہ دونوں میاں بیوی اکیلے ہی رہتے تھے۔ اس کے چچا اس سے بے حد پیار کرتے تھے۔ دانیال بھی اپنے چچا اور چچی کا بے حد احترام کرتا تھا اور ان کی ہر بات مانتا تھا۔ وہ اکثر ان کے ہاں جاتے تھے اور وہ بھی ان کے گھر آتے رہتے تھے۔ اگلے دن دانیال اپنی امی کے ساتھ چچا اشرف کے گھر ڈنر پر پہنچ گیا۔ اس کے چچا اور چچی اس سے مل کر بے حد خوش ہوئے۔

''کیا ہو رہا ہے آج کل۔'' چچا اشرف نے دانیال سے پوچھا۔

''کچھ خاص نہیں۔ بس بزنس میں الجھا ہوا ہوں۔'' دانیال نے جواب دیا۔ ''آپ سنائیں آپ کا بزنس کیسا جا رہا ہے؟''

''اللہ کا بے حد کرم ہے۔''

پھر وہ سب ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ایک نوکر نے آکر بتایا کہ ڈنر تیار ہے تو وہ سب ڈائننگ روم میں آگئے اور ڈنر کرنے لگے۔

''دانیال بیٹا۔ تم شادی کب کر رہے ہو۔'' دانیال کی چچی نے پوچھا تو دانیال بے اختیار چونک پڑا۔

''جی۔ کرلوں گا۔ ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔'' دانیال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا بوڑھے ہو کر شادی کرنے کا ارادہ ہے۔'' چچا اشرف نے کہا۔

''دانیال بیٹا! تم جانتے ہو کہ تمہاری امی تمہاری وجہ سے کتنی پریشان رہتی ہیں۔ میری مانو تو تم اب شادی کر ہی لو۔'' چچی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''چچی جان۔ کرلوں گا شادی۔ ابھی اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ ویسے بھی ابھی مجھے کوئی لڑکی پسند ہی نہیں آئی

جس سے میں شادی کرلوں'' دانیال نے بریانی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''کیا شاہدہ تمہیں پسند نہیں ہے۔'' چچی نے بے ساختہ پوچھا تو دانیال نے بے اختیار چونک کر چچی کی طرف دیکھا۔

''چچی۔۔۔ میں نے امی جان سے بھی یہی کہا ہے کہ جب مجھے کوئی لڑکی پسند آئے گی تو میں انہیں بتادوں گا۔'' دانیال نے جواب دیا تو چچی خاموش ہوگئیں۔

دراصل دانیال کی امی نے اس کے چچا اشرف اور چچی سے کہا تھا کہ وہ کسی طرح دانیال کو شاہدہ سے شادی کے لئے راضی کریں اس لئے چچا اشرف نے انہیں ڈنر پر انوائٹ کیا تھا۔ لیکن وہ دانیال کے لہجے سے سمجھ گئے تھے کہ وہ شاہدہ کو پسند نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ شاہدہ بھی خوبصورت اور حسین لڑکی تھی لیکن دانیال نے اسے کبھی بھی پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔

''لیکن میری خواہش ہے کہ شاہدہ ہی میری بہو بنے۔'' امی نے کہا۔

''امی جان! یہ نصیب کی بات ہے، کون لڑکی میرے نصیب میں ہے اور کس سے میری شادی ہوگی یہ میں نہیں جانتا لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں شاہدہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ پلیز، آپ بار بار ایک ہی بات کیوں دوہراتی ہیں۔'' دانیال نے اپنی ماں کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! شاہدہ میں کیا برائی ہے۔ وہ بہت اچھی اور خوبصورت لڑکی ہے۔'' چچا اشرف نے کہا۔

''جی چچا جان۔ شاہدہ واقعی بے حد اچھی لڑکی ہے لیکن میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ وہ میری پسند ہی نہیں ہے اور نہ ہی میرا اس سے مزاج ملتا ہے۔'' دانیال نے جواب دیتے ہوئے کہا تو چچا جان خاموش ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ دانیال اس وقت جذباتی ہو رہا ہے۔ اگر اس پر دباؤ ڈالا گیا تو معاملات بگڑ سکتے ہیں اس لئے انہوں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔

''لیکن بیٹا.....'' امی نے کہنا چاہا۔

''پلیز امی! شاہدہ کی بات نہ کیجئے۔'' دانیال نے اپنی ماں کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو اس کی امی ہونٹ بھینچ کر رہ گئیں۔

پھر وہ سب خاموشی سے ڈنر کرنے لگے۔

دانیال اپنی امی کے ساتھ چچا اشرف کے گھر سے واپس اپنے گھر پہنچا تو اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ اس کی امی تو وہاں مزید کچھ دیر رکنا چاہتی تھیں لیکن دانیال نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ کیا تھا۔ دراصل وہ اجنبی لڑکی سے بات کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس نے کل اس سے کہا تھا کہ وہ اسے اسی ٹائم فون کرے گا۔ دانیال نے کل اس سے بات کی تھی تو اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔

اپنے کمرے میں آتے ہی دانیال نے سیل فون جیب سے نکالا اور عابی کو فون کرنے لگا۔ اسے اس بات کی بھی پریشانی تھی کہ شاید وہ اس وقت سو رہی ہوگی اور شاید اس کی کال اٹینڈ نہ کرے۔ اس نے سوچا کہ کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ ہوسکتا ہے وہ ابھی تک اس کے فون میں جاگ رہی ہو۔ دوسری طرف مسلسل بیل جا رہی تھی۔

''ہیلو۔'' رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے اجنبی لڑکی یعنی عابی کی آواز سنائی دی۔

''ہیلو۔ میں دانیال بول رہا ہوں۔'' دانیال نے شوخ لہجے میں کہا۔

''جی فرمایئے۔ کس لئے فون کیا ہے۔'' عابی کی بے زاری آواز سنائی دی۔ دانیال سوچنے لگا کہ عابی ہر وقت بے زار بے زاری کیوں رہتی ہے اور بے زار سے لہجے میں جواب دیتی ہے۔

''محترمہ۔ اوہ سوری مس بے نام۔ آپ اپنا نام تو بتاتی نہیں ہیں اس لئے میں نے آپ کا نام مس بے نام رکھ دیا ہے آج سے۔ کیسا لگا ہے آپ کو اپنا یہ نیا نام۔'' دانیال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مسٹر۔ آپ نے گھڑی پر وقت دیکھا ہے۔ یہ کوئی وقت ہے کسی کو ڈسٹرب کرنے کا۔'' عابی کی غصیلی آواز سنائی دی۔

''چلیں آپ وقت بتا دیں میں اس وقت آپ کو ڈسٹرب کیا کروں گا۔'' دانیال نے شوخ لہجے میں کہا۔

''میں فون بند کر رہی ہوں۔'' عابی کی بے زار آواز سنائی دی۔

''ارے رکیں۔ فون بند نہ کیجئے گا۔ پلیز۔'' دانیال نے جلدی سے کہا۔

''کیوں۔'' عابی کی آواز سنائی دی۔

''آج میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' دانیال نے کہا۔

''آپ کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں آپ کی طرح فارغ نہیں ہوں۔ میں نے صبح آفس بھی جانا ہوتا ہے اور اگر میں صبح لیٹ ہوگئی تو میرے باس مجھ پر سخت ناراض ہوں گے۔ بائی داوے، آپ نے تو کہا تھا کہ آپ ان لڑکوں جیسے نہیں ہیں جو لڑکیوں کو فون پر تنگ کرتے ہیں پھر آپ مجھے کیوں تنگ کر رہے ہیں''۔ عابی کی آواز سنائی دی۔

''یہ بات سچ ہے کہ میں واقعی ان لڑکوں کی طرح نہیں ہوں لیکن نہ جانے آپ کی آواز میں کیا جادو ہے کہ میں آپ سے بات کرنے پر مجبور ہوگیا ہوں۔'' دانیال نے کہا۔

''جو لڑکا بھی کسی لڑکی کی آواز سن لیتا ہے تو وہ یہی کہنا شروع کر دیتا ہے، لڑکی کی آواز میں زمین اور آسمان کو ایک کر دیتا ہے سو آپ بھی وہی الفاظ دوہرا رہے ہیں۔'' عابی نے کی آواز سنائی دی تو دانیال جھینپ سا گیا۔

''مجھے آپ کی بات سے قطعی انکار نہیں ہے محترمہ، لیکن میں ان میں سے نہیں ہوں۔ یہ آپ کو ماننا پڑے گا۔'' دانیال نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''میں کیسے مان لوں۔ کیا آپ کے چہرے پر لکھا ہوا ہے۔'' عابی نے کہا۔

''آپ نے میرا چہرہ دیکھا ہی نہیں ہے تو آپ کو کیسے دکھائی دے گا۔ اب میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں۔'' دانیال نے کہا۔

''کوئی ضرورت بھی نہیں ہے یقین دلانے کی۔'' عابی کی آواز سنائی دی۔

''اچھا ایک بات پوچھوں۔'' دانیال نے کہا۔

''جی پوچھ لیں۔'' عابی نے بے زار سے لہجے میں کہا۔

''کیا آپ کو میرے فون کا انتظار تھا۔'' دانیال نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''کیوں۔ میں آپ کے فون کا کیوں انتظار کرنے لگی۔ آپ ہوش میں تو ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' اس بار عابی کی غصیلی آواز سنائی دی۔

''سوری، سوری۔ آپ کو برا لگا۔ سوری اگین۔'' دانیال نے فوراً ہی معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ میں فون بند کر رہی ہوں اور پلیز۔ اب آپ فون نہ کیجئے گا کیونکہ میں فون سائلنٹ کر رہی ہوں۔'' عابی کی آواز سنائی دی اور پھر اس سے پہلے کہ دانیال مزید کوئی بات کر پاتا دوسری طرف سے عابی نے فون کاٹ دیا۔ دانیال نے مسکراتے ہوئے سیل فون کی طرف دیکھا اور اسے میز پر رکھ دیا۔

☆.....☆.....☆

دوسرے دن عابی اپنے آفس میں بیٹھی کمپیوٹر پر لیٹرز ٹائپ کرنے میں مصروف تھی۔ اس کے سامنے میز پر چائے کا کپ بھی پڑا تھا۔ کام کرنے کے ساتھ ساتھ وہ چائے بھی سپ کر رہی تھی۔ اس کے باس کے کمرے میں کمپنی کے ڈائریکٹرز موجود تھے اور بہت ہی اہم میٹنگ ہو رہی تھی۔ عابی نے کپ اٹھایا اور چائے سپ کرنے کے بعد کپ میز پر رکھا ہی تھا کہ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک انتہائی وجیہہ اور ہینڈسم نوجوان داخل ہوا۔ اس نے خوبصورت اور قیمتی لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ اس نے اپنے سر کے بال انتہائی ترتیب سے سیٹ کئے ہوئے تھے۔

''السلام علیکم۔'' نوجوان سے عابی کو سلام کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

''وعلیکم السلام۔ جی فرمایئے۔'' عابی نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''ارسلان انکل سے ملنا ہے۔ کیا وہ اپنے آفس میں موجود ہیں۔'' نوجوان نے پوچھا۔

''جی وہ اپنے آفس میں موجود تو ہیں لیکن اس وقت وہ میٹنگ میں مصروف ہیں۔'' عابی نے جواب دیا۔

''کتنی دیر تک میٹنگ ختم ہو جائے گی۔'' نوجوان نے پوچھا۔

''کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ویسے میٹنگ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی سٹارٹ ہوئی ہے۔ ارسلان صاحب نے سختی سے منع کیا ہے کہ کسی سے ان کی ملاقات نہ کرائی جائے۔'' عابی نے بتایا تو نوجوان نے ایک طویل سانس لیا۔

''اوکے۔ میں چلتا ہوں۔ میں پھر آ جاؤں گا۔'' نوجوان نے کہا۔

''آپ اپنا نام بتا دیں میں انہیں بتا دوں گی۔'' عابی نے پوچھا۔

''میرا نام دانیال مسعود ہے۔ میں انہیں خود فون کر لوں گا۔'' نوجوان نے جواب دیا اور پھر وہ مڑ کر عابی کے آفس سے نکلتا چلا گیا جبکہ عابی، دانیال کا نام سن کر بے اختیار چونک پڑی تھی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ کیا یہ

وہی دانیال ہے جو دو دن سے اسے فون کر رہا ہے لیکن پھر اس نے یہ خیال جھٹک دیا۔ ضروری تو نہیں ہے کہ یہ وہی دانیال ہو، دانیال نام کے ہزاروں لوگ اس شہر میں موجود ہوں گے۔ عابی چند لمحوں تک کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے اپنا ذہن جھٹکا اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

عابی شام کو آفس سے گھر پہنچی تو وہ بے حد تھکی ہوئی تھی۔ اس نے کپڑے تبدیل کیے اور پھر صحن میں آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی دادی حسب معمول تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں۔

''امی۔ ایک کپ چائے مل جائے گی۔'' عابی نے امی سے پوچھا۔

''پہلے کھانا تو کھالو۔ پھر چائے بنا دیتی ہوں۔'' امی نے جواب دیا۔

''امی ابھی بھوک نہیں ہے۔ جب بھوک لگے گی تو میں خود ہی کھانا گرم کر کے کھالوں گی۔ مجھے چائے کی طلب ہو رہی ہے۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے اس لئے میں چائے پینا چاہتی ہوں۔'' عابی نے جواب دیا تو اس کی امی اٹھ کر کچن میں چلی گئیں۔

''عابی۔ میری بات سنو۔'' اسی لمحے اس کی دادی نے اسے بلایا تو وہ دادی کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

''جی دادو۔ کیا بات ہے۔'' عابی نے پوچھا۔

''کل رات تم کس سے باتیں کر رہی تھی۔'' دادی نے کہا تو عابی بے اختیار چونک پڑی۔

''کیا مطلب۔'' عابی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کل رات میں باتھ روم جا رہی تھی تو مجھے تمہاری آوازیں سنائی دی تھیں۔ تم شاید کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ کون تھا وہ۔'' دادی نے بتایا تو عابی نے ایک طویل سانس لیا۔

''پتہ نہیں دادو۔ کون ہے وہ۔ خواہ مخواہ ہی میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ میں نے بھی اسے بہت سنایا ہے لیکن وہ باز ہی نہیں آ رہا۔'' عابی نے جواب دیتے ہوئے کہا کیونکہ وہ جھوٹ نہیں بولتی تھی۔

''عابی۔ خیال کرنا۔ میں جانتی ہوں کہ تم بہت اچھی لڑکی نہیں ہو مگر مرد بہت فلرٹی ہوتے ہیں۔ وہ لڑکیوں کو اپنی محبت کے جال میں پھانس لیتے ہیں اور پھر کسی اور سے شادی کر کے انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے۔ میں اس دکھ اور غم کو آج تک نہیں بھول پائی۔'' دادی جان نے کہا تو عابی نے چونک کر اس کی

طرف دیکھا۔

''کیا واقعی دادو۔آپ کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے۔ویری انٹرسٹنگ۔'' عابی نے کہا۔

''ہاں۔لیکن میں پھر کبھی تمہیں بتاؤں گی۔تمہاری امی آرہی ہے۔'' دادی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔آپ امی سے کوئی بات نہ کیجئے گا۔وہ خواہ مخواہ پریشان ہو جائیں گی۔'' عابی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو اس کی دادی نے بھی سر ہلا دیا۔تھوڑی دیر کے بعد عابی کی امی چائے بنا کر لے آئیں اور وہ چائے پینے لگی۔

چائے پینے کے بعد عابی اپنے کمرے میں آ گئی۔آج اس کا ٹی وی دیکھنے کا موڈ بھی نہیں تھا۔اس نے ایک کتاب کھولی اور اس کے مطالعے میں مصروف ہو گئی۔بہ مشکل دو منٹ ہی ہوئے تھے کہ میز پر پڑے اس کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔اس نے چونک کر اپنے سیل فون کی طرف دیکھا۔وہ سمجھ گئی کہ یقیناً اسی اجنبی نوجوان دانیال کا فون ہوگا۔اس نے سیل فون اٹھایا اور سکرین پر دیکھا تو واقعی دانیال کا نمبر ڈسپلے ہو رہا تھا۔اس نے منہ بناتے ہوئے یس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔

''ہیلو۔'' اس نے کہا۔

''مس بے نام۔ہیلو نہیں السلام علیکم کہنا چاہئے۔'' دوسری طرف سے دانیال کی شوخ آواز سنائی دی۔

''جی فرمایئے۔کس لئے فون کیا ہے آج۔'' عابی نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''تم سے بات کرنے کے لئے۔'' دانیال نے بدستور شوخ لہجے میں کہا تو عابی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔دانیال اسے 'آپ' کی بجائے 'تم' کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔

''آپ نے کیا بات کرنی ہے۔'' عابی نے بے زاری سے پوچھا۔اسے اپنی دادی کی بات یاد آ رہی تھی کہ مرد فلرٹی ہوتے ہیں اور وہ معصوم لڑکیوں کو اپنی محبت کے جال میں پھانس کر انہیں پھر چھوڑ دیتے ہیں۔

''کوئی بات بھی نہیں۔نہ جانے میرا دل کیوں بار بار چاہتا ہے کہ تمہاری مترنم آواز سنتا رہوں۔غصہ مت کرنا۔'' دانیال کی محبت پاش آواز سنائی دی تو عابی کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

''آخر آپ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔آپ کیا چاہتے ہیں مجھ سے۔یہ سن لیں کہ میں ایک شریف

گھرانے کی لڑکی ہوں اور مجھے کوئی شوق نہیں ہے مردوں سے دوستی کرنے کا۔ میں آپ جیسے مردوں کو جانتی ہوں جو معصوم لڑکیوں کو اپنی محبت کے جال میں پھانس لیتے ہیں۔ اگر میرے گھر والوں کو معلوم ہو گیا تو میری کیا عزت رہے گی۔ کبھی سوچا ہے آپ نے۔'' عابی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''محترمہ۔ میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا ہے کہ میں تمہیں تنگ نہیں کر رہا۔ میں تم سے بار بار کہہ چکا ہوں میں فلرٹی نہیں ہوں اور نہ ہی میں معصوم لڑکیوں کو اپنے جال میں پھانسنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ زندگی میں تم پہلی لڑکی ہو جو مجھے اچھی لگی ہے اور میری نیت بھی صاف ہے۔'' دانیال نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیا پھر شریف نوجوانوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ لڑکیوں کو تنگ کریں۔'' عابی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''بالکل زیب نہیں دیتا لیکن میں آپ کو تنگ تو نہیں کر رہا۔ میں تو صرف اسی وقت ہی آپ کو فون کرتا ہوں۔ تنگ تو وہ کرتے ہیں جو دن رات فون کرتے رہتے ہیں۔'' دانیال نے کہا۔

''بہر حال اب فون نہ کیجئے گا۔'' عابی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''میں فون کروں گا اور ضرور کروں گا۔'' دانیال نے کہا۔ شاید وہ ہٹ دھرم اور ضدی بھی تھا۔ عابی نے سوچا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''ہیلو.....'' جب عابی نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو دانیال کی آواز سنائی دی۔

''جی فرمایئے۔'' عابی نے کہا۔

''میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔'' دانیال نے کہا تو عابی حیران رہ گئی۔ وہ تو جیسے جیسے آگے ہی بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

''مگر میں آپ سے نہیں ملنا چاہتی۔'' عابی نے اس بار تلخ لہجے میں جواب دیا۔

''کیوں۔ آپ کیوں نہیں ملنا چاہتیں۔'' دانیال کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

''میری مرضی۔ اور ویسے بھی میں آپ کو جانتی ہی نہیں ہوں پھر میں آپ سے کیوں ملوں۔ ہو سکتا ہے آپ اغوا کار ہوں اور مجھے اغوا کر کے لے جائیں اور کہیں فروخت کر دیں۔ آج کل ایسا تو ہو ہی رہا ہے۔ آئے روز اخبارات ان واقعات سے بھرے پڑے ہوتے ہیں۔'' عابی نے کہا تو دوسری طرف سے دانیال کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ عابی کے چہرے پر بھی غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

''آپ ہنس کیوں رہے ہیں مسٹر۔ میں نے آپ کو کوئی لطیفہ سنا دیا ہے۔'' عابی نے تنک کر کہا۔

''تو تمہارے خیال میں، میں اغوا کار ہوں۔ کیا بات کہی ہے تم نے۔ اغوا کار۔'' دانیال نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہ میرا خیال ہے۔'' عابی نے کہا۔

''تمہارا خیال درست بھی ثابت ہو سکتا ہے۔'' دانیال نے کہا تو عابی بے اختیار چونک پڑی۔

''کیا۔ کیا مطلب۔ کیا آپ واقعی اغوا کار ہیں۔'' عابی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہوں تو نہیں لیکن بن جاؤں گا اور آپ کو اغوا کر کے ہمیشہ کے لئے اپنے گھر لے جاؤں گا جہاں آپ خوش رہیں گی۔'' دانیال نے کہا تو عابی کے چہرے پر حیا عود آئی۔ وہ دانیال کی بات کا مطلب سمجھ گئی تھی اس لئے فطری بات تھی۔

''مسٹر دانیال۔ میں فون بند کر رہی ہوں۔'' عابی نے کہا۔

''مس بے نام۔ فون بند نہ کرنا۔ میں تمہیں اپنا تعارف کرا دیا تھا۔ اگر کہو تو ایک بار پھر کرا دیتا ہوں۔'' دانیال نے کہا۔

''سوری رہنے دیں۔'' عابی نے جلدی سے کہا۔

''او کے۔ ویسے تم نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ یہاں تک کہ تم نے اپنا نام بھی نہیں بتایا۔ بہت ہی کٹھور اور نک چڑھی لڑکی معلوم ہوتی ہو۔'' دانیال نے کہا۔

''میں اجنبی لوگوں کو اپنا نام نہیں بتاتی۔ او کے میں فون بند کر رہی ہوں۔'' عابی نے کہا اور پھر اس نے دانیال کی بات سنے بغیر ہی فون آف کر کے میز پر رکھ دیا۔

''بے وقوف ہے۔ پیچھے ہی پڑ گیا ہے۔'' عابی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ چھت کو تکنے لگی۔

☆.....☆.....☆

دو دن گزر گئے۔ دانیال حسب معمول رات کو فون کرتا تھا۔ وہ اس سے ملنے کی ضد کر رہا تھا لیکن عابی انکار کر دیتی تھی۔ یہ سچ تھا کہ وہ اس اجنبی کے فون سے تنگ آ گئی تھی۔ نہ جانے وہ کون تھا، کہاں رہتا تھا، کس خاندان سے اس کا تعلق تھا اور وہ کیوں عابی سے ملنا چاہتا تھا۔ اس نے حدِ ادب سے بھی تجاوز نہ کیا تھا لیکن وہ بے حد

ضدی فطرت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ اگر کسی دن دانیال کا فون نہ آتا تو لاشعوری طور پر وہ پریشان ہو جاتی اور بے چینی سے اس کے فون کا انتظار کرتی۔ اس کے دل میں بھی محبت کی چنگاری بھڑک اٹھی تھی۔ اسے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے دانیال سے بات کرتے ہوئے اسے عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ ایسا احساس جس میں شائستگی تھی حالانکہ اس نے دانیال سے کبھی ڈھنگ سے بات نہ کی تھی۔ ہمیشہ تلخ لہجے میں ہی جواب دیا تھا مگر دانیال نہ جانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا جس پر عابی کے سخت اور تلخ لہجے کا ذرا برابر بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ عابی کے لہجے میں بھی آہستہ آہستہ تبدیلی آتی جا رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ لاشعوری طور پر دانیال کے قریب ہوتی جا رہی ہے لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔

وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا جا رہا تھا۔ زندگی معمول کے مطابق گزر رہی تھی۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ دن پہ دن گزر جاتے اور دانیال کا فون نہ آتا تھا۔ عابی نے خود سے کبھی دانیال کو فون کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اپنا غرور اور اپنا مان نہیں توڑنا چاہتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ دانیال کی نظروں میں اس کا مان ٹوٹ جائے اور نہ جانے وہ اسے سمجھ لے۔ وہ اپنا نسوانی وقار برقرار رکھنا چاہتی تھی۔ وہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ وہ ایسی ویسی لڑکی نہیں ہے۔

ایک دن وہ اپنے آفس میں بیٹھی کام کر رہی تھی کہ انٹر کام کی گھنٹی بج اٹھی۔ عابی نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس سر۔'' اس نے کہا۔

''مس عابدہ۔ ابھی میرا بھتیجا دانیال آ رہا ہے اسے میرے پاس بھیج دیجئے گا۔'' دوسری طرف سے اس کے باس کی آواز سنائی دی۔

''یس سر۔'' عابی نے کہا اور رسیور رکھ دیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی نوجوان، جس نے اپنا نام دانیال مسعود بتایا تھا، اس کے آفس میں داخل ہوا۔

''السلام علیکم۔'' دانیال نے شائستہ لہجے میں کہا۔

''وعلیکم السلام۔ باس آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' عابی نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا تو دانیال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ عابی کے کمرے سے نکل کر خاقان ہمدانی کے کمرے میں چلا گیا۔ عابی ایک بار پھر سوچ میں پڑ گئی کہ یہ وہی دانیال ہے جو اسے روز فون کرتا ہے۔ وہ اس کی آواز اور لب و لہجے پر بھی غور کر رہی تھی

لیکن وہ کسی بھی نتیجے پر نہ پہنچ پائی۔ اس نے اپنا خیال جھٹک دیا۔ اس کے ذہن میں پھر وہی بات آئی تھی کہ ضروری نہیں ہے کہ یہ وہی دانیال ہو۔ عابی کو یاد ہی نہ آ رہا تھا کہ وہ دانیال سے اس کا پورا نام معلوم کر لیتی لیکن اب اس نے سوچ لیا تھا کہ اب جب بھی دانیال کا فون آیا تو وہ اس سے اس کا پورا نام ضرور معلوم کرے گی۔ لیکن کئی روز گزر گئے دانیال کا فون ہی نہ آیا۔ عابی سوچتی تھی کہ دانیال اب اسے فون کیوں نہیں کرتا، شاید وہ مصروف ہو یا بیمار ہو۔ لاشعوری طور پر اس کا دھیان اسی کی طرف چلا جاتا تھا۔

اس روز سنڈے تھا۔ موسم بھی بہت خوبصورت تھا۔ آسمان پر گہرے سیاہ بادل چہار سو پھیلے ہوئے تھے۔ اس دن عابی کچن میں پکوڑے بنانے میں مصروف تھی۔ اسے پکوڑے بے حد پسند تھے تو آج اس کا پکوڑے کھانے کو جی چاہا تھا۔ گھر میں پکوڑے بنانے کا سامان موجود تھا۔ اس کی امی بھی اس کے ساتھ ہی کچن میں موجود تھیں۔ اس کا سیل فون اس کے سامنے شیلف پر پڑا ہوا تھا کہ اچانک اس کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ بے اختیار چونک پڑی۔ اس نے سیل فون اٹھا کر دیکھا تو دانیال کا ہی نمبر ڈسپلے ہو رہا تھا۔

''اوہو۔'' عابی نے منہ بنالیا۔

''کس کا فون ہے عابی۔'' امی نے پوچھا۔

''ایک فرینڈ کا ہے۔ آپ پکوڑے بنائیں میں ابھی آتی ہوں۔'' عابی نے جواب دیا اور پھر وہ کچن سے نکل کر چھت پر آ گئی۔ اس نے یس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔

''ہیلو۔'' اس نے کہا۔

''السلام علیکم مس بے نام۔'' دوسری طرف سے دانیال کی شوخ آواز سنائی دی تو عابی اس کی آواز اور لہجے کا موازنہ کرنے لگی۔ اس کے باس کے بھتیجے دانیال نے بھی اسی انداز میں اسے سلام کیا تھا۔ اس کے ذہن میں آیا کہ کیا یہ وہی دانیال ہے۔

''وعلیکم السلام۔ جی فرمایئے۔ کس لئے فون کیا ہے۔'' عابی نے پوچھا۔

''کیسی ہو تم اور مزاج کا کیا حال ہے۔'' دانیال نے کہا۔

''آپ.....'' عابی نے کہنا چاہا مگر دانیال نے اس کی بات کاٹ دی۔

''ویسے تم نہایت ہی سنگدل اور کٹھور ہو۔ میں اگر کچھ دن تمہیں فون نہیں کر سکا تو تم نے بھی فون کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کہ۔ کم سے کم فون کر کے تم مجھ سے میرا حال ہی معلوم کر لیتی کہ میں زندہ بھی ہوں یا مر گیا ہوں۔'' دانیال کی افسوس بھری آواز سنائی دی۔

''مسٹر دانیال۔ آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔ کیا یہ اچھا طریقہ ہے کہ آپ بار بار فون کر کے کسی لڑکی کو تنگ کر رہے ہیں۔'' عابی نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی تک اسے یہ جتانا چاہ رہی تھی کہ وہ اس کے فون کرنے سے تنگ ہے۔

''بالکل نہیں۔ یہ طریقہ بالکل اچھا نہیں ہے مگر تم بھی تو بہت ضدی لڑکی ہو۔ اگر میری بات مان جاؤ تو.....'' دانیال نے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''کون سی بات؟'' عابی نے چونک کر پوچھا۔

''وہی۔ ملنے والی۔'' دانیال کی آواز سنائی دی۔

''آخر آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔'' عابی نے بالآخر پوچھ ہی لیا۔

''مس بے نام۔ مجھے جھوٹ بولنے کی قطعی عادت نہیں ہے اس لئے میں سچ کہہ رہا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے اور میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' دانیال کی آواز عابی کو سمع خراش ہوئی تو شادی کا نام سنتے ہی عابی کے اندر فطری حیا عود آئی۔ اس کی نظریں بے اختیار جھک گئیں اور چہرے کی رنگت گلابی ہو گئی۔ عابی کو ایسا لگ رہا تھا جیسے دانیال اس کے سامنے موجود ہو اور وہ اسے ہی دیکھ رہا ہو اور شرم کے مارے وہ اس سے نظریں ہی نہ ملا پا رہی ہو۔ اس کے وجود میں عجیب سا احساس جاگ اٹھا تھا اور وہ خیالوں میں کھو گئی تھی۔ اس کی امی بھی تو یہی چاہتی تھیں کہ اس کی کسی اچھے گھرانے میں شادی ہو جائے اور وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

''ہیلو، ہیلو، مس بے نام، کہاں کھو گئی ہو تم۔'' اسی لمحے دانیال کی آواز عابی کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ خیالات کی دنیا سے باہر نکل آئی۔

''جج۔ جج۔ کچھ نہیں۔ نہ میں آپ کو جانتی ہوں اور نہ آپ مجھے جانتے ہیں پھر میں آپ سے شادی کیسے کر سکتی ہوں۔ کیا آپ اس لڑکی سے شادی کریں گے جسے آپ نے دیکھا ہی نہ ہو۔ ہو سکتا ہے آپ کے ذہن میں

میرے بارے میں جیسا تصور ہو میں ویسی نہ ہوں۔ دوسری بات یہ کہ یہ کیسی محبت ہے جو چند دن کے اندر ہو گئی ہے۔'' عابی نے ہمت کر کے کہہ دیا۔ اسے خود پہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے یہ باتیں کہہ دی ہیں۔

''دیکھئے مس بے نام۔ چہرے ہی سب کچھ نہیں ہوتے، انسان کی شخصیت اور سیرت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ ویسے میں آپ سے اس لئے تو کہہ رہا ہوں کہ آپ ایک بار مجھے ملاقات کا شرف بخش دیں۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کو دیکھ لیں گے۔ آپ جیسی بھی ہیں مجھے پسند ہیں۔ دوسری بات، محبت کب ہو جائے اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ اسی طرح مجھے آپ سے بھی محبت ہو گئی ہے اور وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔ خیر آپ یہ بتائیں کہ آپ کب اور کہاں مل رہی ہیں۔'' دانیال مسلسل بولتا چلا گیا اور عابی مخمصے کا شکار ہو گئی۔ کافی دیر وہ اسی کیفیت میں مبتلا رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ دانیال کو کیا جواب دے۔ وہ اس سے ملے یا نہ ملے۔

''مس بے نام۔ پھر کہاں کھو گئیں۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے اندر قوت فیصلہ کی حس نہیں ہے اس لئے تم کشمکش میں ہو کہ مجھ سے ملو یا نہ ملو۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔'' چند لمحوں کے بعد دانیال آواز ایک بار پھر سنائی دی تو عابی کو ایسا لگا جیسے اس نے اس کے خیالات کا پڑھ لئے ہوں۔

''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' عابی نے جواب دیا۔

''تو پھر کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔ اگر تم نہیں ملنا چاہتی تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔'' دانیال نے کہا۔ اس نے یہ اختیار اب اسے دے دیا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ملنے کو تیار ہوں۔ کہاں آنا ہو گا مجھے۔'' عابی نے دھیمے لہجے میں کہا۔ آخر کار اس نے ہتھیار ڈال ہی دیئے۔ دانیال خوش ہو گیا تھا۔ اس نے ایک ہوٹل کا بتا دیا جہاں ان دونوں نے ملنا تھا۔

''میں کل تمہارا ایک بجے تک انتظار کروں گا۔ او کے، اللہ حافظ۔'' دانیال کی آواز سنائی دی اور پھر رابطہ منقطع ہو گیا تو عابی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے سیل فون کی طرف دیکھا۔ اس کا دل دھونکنی کی مانند زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ چھت سے نیچے اتر آئی۔

شام کو اس کا بھائی شہباز گھر آیا تو وہ بے حد خوش دکھائی دے رہا تھا۔ سب حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

''السلام۔''اس نے خوشی سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔آج بہت خوش دکھائی دے رہے ہو۔کیا نوکری مل گئی ہے۔''امی نے پوچھا۔

''جی ہاں امی جان۔آپ کی دعائیں رنگ لے آئی ہیں۔مجھے ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت مل گئی ہے۔بارہ ہزار روپے ماہوار تنخواہ ہے۔دیگر الاؤنسز علیحدہ ہیں۔''شہباز نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا تو وہ سب بھی خوش ہو گئے۔

''کم سے کم مٹھائی تو لیتے آتے۔بہت کنجوس ہو تم۔''دادی جان نے کہا۔

''دادو۔آپ فکر کیوں کرتی ہوں۔پہلی تنخواہ پر نہ صرف آپ کو بلکہ سب کو مٹھائی بھی کھلاؤں گا اور گفٹ بھی دوں گا۔''شہباز نے جواب دیا تو سب ہنس پڑے۔

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تمہیں نوکری مل گئی ہے۔''امی نے متشکرانہ لہجے میں کہا تو شہباز کے چہرے پر بھی متشکرانہ تاثرات ابھر آئے۔

☆.....☆.....☆

دوسرے دن عابی آفس سے تھوڑی دیر کے لئے چھٹی لے کر مقررہ وقت سے پہلے ہوٹل میں پہنچ گئی۔دانیال نے جس ہوٹل کا بتایا تھا وہ اس کے آفس سے زیادہ دور نہیں تھا۔وہ جیسے ہی ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئی تو وہ بے اختیار چونک پڑی۔سامنے ہی ٹیبل پر وہی نوجوان بیٹھا ہوا تھا جس کے بارے میں اس کے باس خاقان ہمدانی نے بتایا تھا کہ یہ اس کا بھتیجا ہے۔دانیال نے انتہائی قیمتی سوٹ پہنا ہوا تھا۔اس کی نظر بھی جب عابی پر پڑی تو وہ بھی بے اختیار چونک کر اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔عابی دھیرے دھیرے سے چلتی ہوئی اس کے قریب جا کر رک گئی۔اس کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔زندگی میں پہلی بار وہ کسی مرد سے ملنے ہوٹل آئی تھی۔

''ارے آپ۔آپ ہیں مس بے نام۔''دانیال نے خوشگوار لہجے میں کہا۔اس نے اسے تم کی بجائے آپ کہا۔

''میں بھی آپ کو دیکھ کر حیران ہو رہی ہوں۔''عابی نے جواب دیا۔

''حیرت تو ہونی ہی چاہئے کیونکہ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ مجھے اپنے انکل کی سیکرٹری سے محبت ہو جائے گی۔

خیر ہم دونوں کو حیرانی ختم کر دینی چاہیے۔ بیٹھو۔'' دانیال نے بے تکلفی سے اس بار مسکراتے ہوئے کہا تو عابی بھی جھجکتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی دانیال بھی اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیسا اتفاق ہے میں دو بار انکل کے آفس آیا اور تم سے ملاقات بھی ہوئی لیکن نہ تمہیں خبر تھی اور نہ ہی مجھے۔'' دانیال نے کہا لیکن عابی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سر جھکائے ٹیبل کو گھورتی رہ گئی۔

''تم کچھ بولو گی بھی یا ٹیبل کو گھورتی رہ جاؤ گی۔'' دانیال کی آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑی۔

''جج۔ جج۔ میں کیا بولوں۔'' عابی نے گھبراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ دانیال سے کیا بات کرے۔ اس کی زبان جیسے گنگ ہو گئی تھی۔

''کچھ بھی بولو۔ اچھا تم اپنا نام بتاؤ۔'' دانیال نے کہا۔

''عابدہ۔ میرا نام عابدہ ہے۔'' عابی نے اپنا نام بتایا۔

''عابدہ۔ بہت اچھا نام ہے۔'' دانیال نے متاثر کن لہجے میں کہا۔ اسی لمحے ایک ویٹر نے کھانا سرو کر دیا۔

''کھانا شروع کرو۔'' دانیال نے بے تکلفی سے کہا۔

''سوری۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔'' عابی نے کہا حالانکہ اس نے بھی ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔ دوپہر کا وقت ہے اور آپ کو بھوک نہ لگی ہو ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ چلو، پلیز کھانا شروع کرو..... ورنہ میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ تمہاری خاطر میں بھی بھوکا رہنا پسند کر لوں گا۔'' دانیال نے ایسے کہا جیسے وہ عابی کو برسوں سے جانتا ہو۔ عابی دل ہی دل میں حیران ہو رہی تھی۔

''اب کن سوچوں میں گم ہو گئی ہیں۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' اسی لمحے عابی کی سماعت سے دانیال کی آواز ٹکرائی تو اس نے جھجکتے اور لجاتے ہوئے کھانا شروع کر دیا۔

''تم انکل ارسلان کی کمپنی میں کب سے جاب کر رہی ہو؟'' دانیال نے کھانے کے دوران پوچھا۔

''تین ماہ ہو گئے ہیں۔'' عابی نے جواب دیا۔

''تمہارے والد صاحب کیا کرتے ہیں؟'' دانیال نے پوچھا۔

''وہ گورنمنٹ سکول میں چپڑاسی ہیں۔'' عابی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اور تمہارا بھائی؟'' چند لمحوں کے بعد دانیال نے پھر پوچھا۔ گویا وہ اس کا انٹرویو کر رہا تھا۔

''مجھ سے ایک چھوٹا بھائی ہے اور کل ہی اس کی ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب لگی ہے۔'' عابی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو اس نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ ایک بار پھر ان کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ کافی پینے لگے۔

''اچھا، اب میں چلتی ہوں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' کافی پینے کے بعد عابی نے کہا۔

''میں تمہیں تمہارے آفس ڈراپ کر دیتا ہوں۔ میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں۔'' دانیال نے پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں شکریہ۔ میں چلی جاؤں گی۔'' عابی نے جواب دیا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''او کے۔ جیسے تمہاری مرضی۔ ویسے تم سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے۔'' دانیال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لنچ کا شکریہ۔'' عابی نے دھیرے سے جواب دیا۔

''نو تھینکس۔ تم یہ بتاؤ پھر ملاقات کب ہو گی؟'' دانیال نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' عابی نے جواب دیا اور پھر وہ اپنا ہینڈ بیگ سنبھالے ہوٹل سے نکل آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک رکشے میں سوار اپنے آفس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس کا ذہن دانیال کی شخصیت میں کھویا ہوا تھا۔ دانیال شاندار شخصیت کا مالک تھے۔ ہینڈسم اور وجیہہ۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ آفس پہنچ گئی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

رات کو کھانا کھانے اور تھوڑی دیر ٹی وی دیکھنے کے بعد عابی اپنے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹی ہی تھی کہ اس کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عابی نے چونک کر سائیڈ ٹیبل پر پڑے اپنے سیل فون کی طرف دیکھا اور پھر اسے اٹھا لیا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ دانیال کی کال ہو گی۔ اس نے سیل فون کی سکرین پر دیکھا تو واقعی دانیال کی کال تھی۔ اس نے یس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔

''ہیلو۔'' عابی نے دھیمی آواز میں کہا۔

''السلام علیکم مس عابدہ۔'' دوسری طرف سے دانیال کی شوخ آواز سنائی دی۔

''جی وعلیکم السلام۔ کہیے کیسے فون کیا ہے؟'' عابی نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا کہوں مس عابدہ۔ آج کا دن تو میرے لئے لکی ثابت ہوا ہے۔ تم سے مل کر مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں اپنی ہونے والی بیوی سے جو خوبیاں چاہتا ہوں وہ سب تم میں ہیں۔ شاید تمہیں ان خوبیوں کا علم نہ ہو، چلو میں بتا دیتا ہوں۔ نمبر ایک، تم بہت سادہ اور خوش مزاج ہو، نمبر دو، تم سادگی پسند ہو، نمبر تین، تم نمود و نمائش نہیں کرتیں۔'' دانیال بولتا ہی چلا گیا اور عابی خاموشی سے سنتی رہی۔ وہ اس کی تعریفیں ہی کیے جا رہا تھا۔

''جی۔ میں ایسی ہی ہوں۔'' عابی نے اس کے خاموش ہونے پر جواب دیا۔

''آج کل کی لڑکیوں کو دیکھو تو انہوں نے فیشن کی انتہا کی ہوئی ہوتی ہے۔ چہرے پر میک اپ تھوپ رکھا ہوتا ہے لیکن تم سب سے الگ اور مختلف نظر آئی۔ بائی داوے، میں تمہیں کیسا لگا۔'' دانیال نے کہا تو عابی گھبرا گئی کہ وہ اسے کیا جواب دے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ دانیال اس کے بارے میں غلط سوچے۔

''ارے میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔'' عابی نے جب کوئی جواب نہ دیا تو دانیال نے کہا۔

''سوری۔ میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔'' بالآخر ہمت کر کے عابی نے کہہ ہی دیا۔

''افوہ۔ میرا خیال ہے کہ تم بتانا نہیں چاہتی۔ بہر حال یہ بتاؤ، میں اپنی والدہ کو تمہارے گھر کب بھیجوں؟'' دانیال نے کہا۔

''جی..... کس سلسلے میں؟'' عابی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ دانیال اپنی والدہ کو کیوں اس کے گھر بھیجنے کا کہہ رہا تھا لیکن وہ انجان بن گئی تھی۔

''تمہارے رشتے کے لئے۔'' دانیال نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا تو عابی مسکرا دی۔

''مجھے نہیں پتا۔'' عابی نے جواب دیا۔

''تمہاری طرف سے ہاں سمجھوں؟'' دانیال نے کہا۔

''جی..... مجھے نہیں پتا۔'' عابی نے شرماتے ہوئے کہا اور پھر اس نے سیل فون آف کر دیا۔ وہ اس ٹاپک پر

بات نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا چہرہ پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا۔ اب وہ مسلسل سیل فون گھورے جا رہی تھی اور ذہن میں دانیال کی باتیں گونج رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

دانیال اپنے آفس میں بیٹھا عابی کے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔ اسے عابی بے حد پسند آئی تھی حالانکہ وہ اپنے انکل خاقان ہمدانی کے آفس کئی بار جا چکا تھا لیکن اسے کیا پتہ تھا کہ وہ جس لڑکی سے باتیں کرتا ہے اور اس سے محبت کرنے لگا ہے وہ اس کے انکل کی سیکرٹری ہو گی۔ وہ جانتا تھا کہ عابی بھی اس سے محبت کرنے لگی ہے۔ وہ مشرقی لڑکی ہے اس لئے وہ اظہار نہیں کر رہی تھی۔ اب اس کی عابی سے روز ہی فون پر بات ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ ہر دوسرے دن کسی نہ کسی بہانے سے اپنے انکل کے آفس چلا جاتا تھا۔ عابی بھی اسے دیکھ تو لیتی تھی لیکن وہ اس سے کوئی بات نہیں کرتی تھی کیونکہ وہ ایک باکردار لڑکی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ کسی کی نظروں میں آ جائے اور اس کی جگ ہنسائی ہو۔ وہ اپنے والدین کی عزت کا پاس رکھنا چاہتی تھی۔

وقت گزرتے گزرتے پتہ ہی نہ چلا اور چار ماہ ہو گئے۔ ایک دن دانیال اپنے آفس بیٹھا عابی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ دانیال کی امی بھی اس کی شادی کرنا چاہتی تھیں لیکن دانیال ہر بار انکار دیا کرتا تھا لیکن اب اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ آج ہر صورت اپنی امی سے عابی کے رشتے کے لئے بات کرے گا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی امی اس کی پسند کو ریجیکٹ نہیں کریں گی۔

شام کو دانیال آفس سے گھر پہنچا تو اس کی امی ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ دانیال نے انہیں سلام کیا اور بریف کیس صوفے پر رکھ کر اپنی امی کے پاس بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے دانیال۔ آج کل تم بہت خوش رہنے لگے ہو؟ یوں لگتا ہے جیسے تم ہواؤں میں اڑ رہے ہو۔ کیا اپنی ماں کو نہیں بتاؤ گے؟'' امی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ وہ ماں تھیں اس لئے وہ دانیال کا چہرہ دیکھ کر ہی سمجھ گئی تھیں۔

''جی امی۔ میں واقعی بہت خوش ہوں اور اسی سلسلے میں ہی آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' دانیال نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

''ہاں ہاں بولو۔'' دانیال کی امی چند ثانیے اس کی طرف دیکھتی رہیں پھر اپنی انگلیوں سے اس کے سر کے بال سہلاتے ہوئے بولیں۔

''امی! میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا..... کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟'' اس کی بات سن کر امی خوشی سے اچھل پڑیں

''جی امی!''

''مجھے یقین تھا کہ تم جلد شادی کے لئے راضی ہو جاؤ گے۔ میں ابھی نگہت کو فون کرتی ہوں۔'' امی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو دانیال نے بے اختیار چونک کر امی کی طرف دیکھا۔

''امی! آپ نگہت آنٹی کو کیوں فون کریں گی؟'' دانیال کے لہجے میں حیرت تھی۔

''بیٹا! تم نے خود تو کہا ہے کہ تم شادی کرنا چاہتے ہو۔ پھر ظاہر ہے میں تمہاری شادی کے لئے نگہت سے ہی تو بات کروں گی۔'' امی نے کہا۔

''امی! میں نے یہ تو نہیں کہا کہ میں شاہدہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' دانیال نے کہا تو امی بھونچکی ہو کر رہ گئیں۔

''اچھا۔ پھر کس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟'' وہ حد درجہ حیران ہو گئی تھیں۔

''امی! میں..... میں عابدہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' دانیال نے بالآخر دل کی بات کہہ ہی دی تو اس کی امی کے چہرے پر حیرت اور سختی کے تاثرات ابھر آئے۔

''عابدہ..... کون ہے یہ لڑکی۔ تم اسے کب سے جانتے ہو؟'' اس کی امی نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''امی۔ میں آپ کو سب کچھ بتا دیتا ہوں مگر آپ پہلے وعدہ کریں کہ آپ میری بات مانیں گی۔'' دانیال نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو دانیال؟ صاف صاف کہو'' امی کے لہجے میں سختی بدستور موجود تھی۔

''امی۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عابدہ ایک خوبصورت اور انتہائی نیک سیرت لڑکی ہے۔ وہ مجھے بے حد پسند ہے۔ آپ بھی جب اسے دیکھیں گی تو آپ بھی اسے پسند کریں گی۔ عابدہ، انکل ارسلان کے آفس میں جاب کرتی ہے۔ میں اسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اس لئے آپ عابدہ کے گھر میرا رشتہ لے کر جائیں۔ مجھے امید

ہے کہ عابدہ کے والدین انکار نہیں کریں گے۔'' دانیال نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''کیا تمہارے انکل ارسلان کو معلوم ہے کہ تم عابدہ کو پسند کرتے ہو؟'' امی نے پوچھا۔

''نہیں امی۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ عابدہ ان کے آفس میں کام کرتی ہے۔ بس عابدہ سے میری ملاقات اتفاقیہ ہی ہوئی تھی'' دانیال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''دانیال۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم اپنے بچوں کے رشتے خاندان سے باہر نہیں کرتے .....اور ویسے بھی ملازمت پیشہ لڑکیوں کا کیا اعتبار، ان کے بارے میں تو یہی کہا جاتا ہے کہ ان کے آفس کے مردوں سے دوستیاں ہوتی ہیں، یہاں تک کہ شادی کے بعد ان کے دوست ان کے گھر تک پہنچ جاتے ہیں۔'' اس بار دانیال کی امی کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

''امی۔ عابدہ ایسی نہیں ہے۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔'' دانیال نے جواب دیا۔

''دانیال۔ تم پر ابھی اس کی محبت کا بھوت سوار ہے۔ جب تمہاری آنکھوں سے محبت کی پٹی اترے گی تو پھر تمہیں سمجھ آئے گی۔ ذرا سوچو، ایک مفلس اور غریب لڑکی تمہیں کیا خوشیاں دے سکے گی جس کی اپنی زندگی میں اتنا خلاء ہو تو وہ تمہارے ساتھ کیا نباہ کر سکے گی۔ دوسری بات جب خاندان والوں کو یہ بات معلوم ہو گی کہ تم خاندان سے باہر کی لڑکی سے شادی کر رہے ہو تو وہ کیا سوچیں گے۔ ہماری خاندان میں ناک کٹ جائے گی..... بیٹا..... محبت کی شادی بہت کم کامیاب ہوتی ہے۔ شادی ہمیشہ وہی کامیاب ہوتی ہے جس میں والدین کی رضامندی شامل ہو۔ آج کل تو غریب گھرانوں کی لڑکیاں ایسا ہی کرتی ہیں کہ وہ امیر گھرانوں کے لڑکوں کو اپنی محبت اور اپنی دلفریب چالوں میں پھانس لیتی ہیں اور پھر ان سے شادی کر لیتی ہیں تاکہ خوب مال سمیٹ سکیں۔ مجھے یقین ہے عابدہ بھی ایسی ہی لڑکی ہو گی۔'' دانیال کی امی بولتی ہی چلی گئیں اور دانیال تڑپ کر رہ گیا۔

''امی۔ عابدہ ایسی نہیں ہے۔ آپ کسی کے بارے میں ایسی رائے کیسے قائم کر سکتی ہیں۔ یہ بہتان ہے..... ضروری نہیں ہے کہ محبت کی شادی ہی ناکام ہوتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایسی کئی شادیاں ہیں جو والدین کی رضامندی سے ہوتی ہیں لیکن وہ بھی کامیاب نہیں ہوتیں۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ آپ کی رضامندی سے میری شادی ہو گی وہ کامیاب ہو گی۔'' دانیال بولتا چلا گیا اور اس کی ماں ہونٹ بھینچے اسے دیکھتی رہیں۔ آج پہلی مرتبہ

دانیال ان سے بحث کر رہا تھا۔

''دانیال! تم حد سے گزر رہے ہو۔'' امی کا لہجہ ابھی تک تلخ تھا۔

''میں حد سے نہیں گزر رہا امی! میں آپ سے صرف ریکوئسٹ کر رہا ہوں۔'' دانیال نے فوراً صفائی پیش کی۔

''تمہاری ریکوئسٹ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ تم اچھی طرح جانتے ہو دانیال۔'' امی نے کہا۔

''تو پھر آپ بھی میری بات سن لیں، میں شادی کروں گا تو صرف عابدہ سے ورنہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا یہ میرا حتمی فیصلہ ہے۔'' دانیال نے عابدہ کا دفاع کرتے ہوئے کہا تو اس کی امی ہونٹ بھینچ کر رہ گئیں۔

''دانیال۔ تم اس وقت جذباتی ہو رہے ہو اور جذبات میں کئے گئے فیصلے انتہائی غلط ہوتے ہیں۔ شاہدہ بہت اچھی اور سگھڑ لڑکی ہے۔ پھر اس کا سٹیٹس بھی ہمارے برابر کا ہے جبکہ عابدہ ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتی ہے۔'' امی نے کہا۔

''امی۔ میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ آگے آپ کی مرضی ہے..... امی..... کیا آپ اپنے بیٹے کی اتنی سی خوشی بھی پوری نہیں کر سکتیں..... والدین تو اپنی اولاد کے لئے کیا کیا نہیں کرتے۔'' دانیال نے اس بار لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا ہے..... تمہاری شادی شاہدہ سے ہی ہوگی..... یہ میرا حتمی فیصلہ ہے۔'' دانیال کی امی نے بھی فیصلہ کن لہجے میں کہا تو دانیال اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس کے چہرے پر اداسی پڑی ہوئی تھی۔ وہ اپنی والدہ کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ جو فیصلہ کر لیتی تھیں وہ حتمی ہوتا تھا وہ اپنے فیصلے سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹتی تھیں لیکن دانیال نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ شاہدہ سے کبھی شادی نہیں کرے گا۔ کچھ بھی ہو جائے۔ یہ سچ تھا کہ ان کے خاندان کے جتنے لڑکوں کی شادیاں ہوئی تھیں وہ خاندان میں ہی ہوئی تھیں لیکن دانیال اس روایت کو توڑنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی جیب سے سیل فون نکالا اور عابی کو کال کرنے لگا۔ جلد ہی اس سے رابطہ ہو گیا۔

''ہیلو.....'' دوسری طرف سے عابی کی آواز ابھری۔

''عابدہ..... میں دانیال بول رہا ہوں۔'' دانیال نے کہا۔

''خیریت.....آپ کے لہجے سے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ بہت پریشان ہیں۔'' عابی کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

''ہاں.....میں بہت پریشان ہوں.....میری امی نے میری تم سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے.....وہ میری شادی اپنی بھانجی شاہدہ سے کرنا چاہتی ہیں لیکن میں شاہدہ کو پسند نہیں کرتا اس لئے میں نے بھی اس سے شادی سے انکار کر دیا ہے۔'' دانیال نے کہا لیکن عابی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

''تم کچھ بولو گی بھی یا خاموش ہی رہو گی۔'' دانیال نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں کیا بولوں؟ یہ آپ کے گھر کا مسئلہ ہے۔'' عابی کی دھیمی آواز سنائی دی۔

''ہاں واقعی یہ میرے گھر کا مسئلہ ہے بہر حال میں نے سوچ لیا ہے کہ میں تمہیں ہر صورت حاصل کروں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔''

دانیال نے فیصلہ کن لہجے میں کہا لیکن عابی نے اس کی اس بات کا بھی کوئی جواب نہ دیا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ پھر بات کروں گا۔ اللہ حافظ۔'' دانیال نے چند لمحوں کے بعد کہا اور سیل فون آف کر کے میز پر رکھ دیا۔

☆.....☆.....☆

چند دن تو اسی بحث و مباحثے میں گزر گئے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا کیونکہ دانیال کی امی بھی اپنی ضد پر ڈٹی ہوئی تھیں کہ وہ اس کی شادی شاہدہ سے ہی کریں گی لیکن دانیال مسلسل انکار کر رہا تھا۔ جب دانیال نے دیکھا کہ اس کی ماں اس کی بات پر راضی نہیں ہو رہیں تو اس نے ملک سے باہر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی امی اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکیں گی اور اس کی بات ضرور مان جائیں گی۔ دانیال نے سوچا کہ وہ عابی کو بھی آگاہ کر دے تا کہ وہ پریشان نہ ہو۔ چنانچہ ایک دن آفس ورک سے فری ہوتے ہی اس نے عابی کا نمبر ملایا۔

''السلام علیکم۔'' عابی کی دھیمی آواز سنائی دی۔

''آبی۔ کیا تم ابھی تک آفس میں ہو؟''

''جی۔''

''کیا آج شام مجھے مل سکتی ہو؟ تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں''

''نہیں۔ آج آفس میں بہت کام ہے اس لئے مجبوری ہے۔''

''او کے۔ سنو۔''

''جی بولئے۔''

''عابدہ! تم جانتی ہو کہ امی میری تم سے شادی کے لئے کسی طرح راضی نہیں ہو رہی تو میں انہیں اموشنلی بلیک میل کرنے کے لئے کچھ دنوں کے لئے ملک سے باہر جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میری خاطر راضی ہو جائیں گی۔ جب تک میری امی راضی نہیں ہوں گی میں واپس نہیں آؤں گا..... تم میرا انتظار کرنا..... میں صرف اور صرف تم سے شادی کروں گا۔ کیا تم میری بات سن رہی ہو۔'' دانیال نے تیز لہجے میں کہا۔ لیکن دوسری طرف سے خاموشی چھائی رہی۔

''عابدہ.....''

''جی..... سن رہی ہوں۔''

''میرا انتظار کرو گی ناں؟''

''آپ اپنی امی کی بات پر راضی کیوں نہیں ہو جاتے..... آپ کی امی جہاں چاہتی ہیں آپ وہاں شادی کر لیں.....'' عابی نے کہا تو دانیال ے چہرے پر جھنجلاہٹ کے تاثرات ابھر آئے۔

''عابدہ۔ تم کیا کہہ رہی ہو..... میں تم سے محبت کرتا ہوں..... اور میں صرف تم سے ہی شادی کروں گا..... یہ میرا حتمی فیصلہ ہے..... اور سنو..... تم نے میرا انتظار کرنا ہے..... مجھے یقین ہے کہ میری امی میری بات ضرور مان لیں گی..... بہت جلد میں تمہیں فون کروں گا۔'' دانیال نے کہا۔

''میں کب تک آپ کا انتظار کروں گی۔ اگر اس دوران کوئی رشتہ آ گیا تو.....؟'' عابی کی آواز سنائی دی۔

''تو تم نے انکار کر دینا ہے۔'' دانیال نے کہا۔

''پتہ نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' عابی کی آواز سنائی دی۔

''جو بھی کہا ہے اسے ذہن میں رکھو۔ میری بات سمجھ رہی ہو ناں۔؟'' دانیال نے کہا۔

''مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔''

''تم پریشان نہ ہو۔ اللہ بہتری کرے گا۔ اچھا اب میں فون بند کر رہا ہوں۔ میں تمہیں بہت جلد فون کروں گا۔'' دانیال نے کہا اور پھر اللہ حافظ کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ وہ لندن کے لئے اپنی ٹکٹ بک کرانا چاہتا تھا۔

☆.....☆.....☆

دانیال نے اپنی امی کو منانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن انہوں نے ہر بار انکار ہی کر دیا تھا۔ اسی لئے وہ امی سے ناراض ہو کر لندن آ گیا تھا۔ اس نے امی کو بھی نہیں بتایا تھا۔ لندن میں اس کا ایک اپارٹمنٹ تھا جہاں اس نے رہائش رکھی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ امی اس کی بات مان جائیں گی لیکن وہ اس کی شادی اپنی بھانجی شاہدہ سے کرنے پر بضد تھیں اور دانیال عابی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ وہ عابی سے بے حد محبت کرتا تھا اور وہ اس سے شادی کا وعدہ کر چکا تھا۔

دانیال اپنے کمرے میں صوفے پر بیٹھا عابی کے متعلق ہی سوچ رہا تھا کہ اس کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر اپنی پتلون کی جیب سے سیل فون نکال کر دیکھا تو اس کی سکرین پر امی کا نام ڈسپلے ہو رہا تھا۔ دانیال سمجھ گیا کہ اس کی امی کو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ ملک سے باہر چلا گیا کیونکہ وہ جانے سے پہلے اپنے بیڈ روم میں امی کے نام ایک خط لکھ کر رکھ آیا تھا۔ دانیال نے یس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔

''السلام علیکم امی جان!'' دانیال نے مؤدب لہجے میں کہا۔

''دانیال۔ یہ کیا فضول حرکت ہے؟ کہاں ہو تم۔'' امی نے سلام کا جواب دینے کی بجائے گرجدار لہجے میں پوچھا۔

''امی! میں لندن میں ہوں۔''

''کیا بکواس ہے۔ تم لندن کیوں چلے گئے ہو؟''

''آپ جانتی ہیں۔''

''دیکھو دانیال۔ جو تم سوچ رہے ہو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آخر تم میری بات کیوں نہیں مان رہے۔''

''امی! آپ آخر کیوں نہیں مان لیتیں۔''

''دیکھو دانیال۔ میں نگہت سے وعدہ کر چکی ہوں کہ میں شاہدہ کو ہی اپنی بہو بناؤں گی اس لئے اب میں اپنے وعدے سے مکر نہیں سکتی۔''

''امی۔ آپ نے نگہت آنٹی سے وعدہ کیا ہے میں نے نہیں کیا اس لئے میں شاہدہ سے ہرگز شادی نہیں کروں گا۔'' دانیال نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''تمہیں شاہدہ سے شادی کرنی ہوگی یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ اب جلدی سے اپنا سامان پیک کر کے واپس آؤ۔'' امی نے بھی ٹھوس لہجے میں کہا۔

''امی..... میں.....''

''میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔ اگر تم نے دو دن کے اندر شاہدہ سے شادی کرنے کا فیصلہ نہ کیا تو..... تو پھر اپنی ماں کا مردہ چہرہ دیکھو گے۔'' امی نے تلخ لہجے میں کہا۔

دانیال کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ امی نے دوسری طرف سے کال کاٹ دی اور دانیال نے طویل سانس لیتے ہوئے فون آف کر کے صوفے پر پھینک دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی امی ضدی طبیعت کی مالکہ ہیں۔ حالانکہ وہ امی کو اموشنلی طور پر بلیک میل کرنے کے لئے لندن آیا تھا لیکن اب امی نے اسے کہہ دیا تھا کہ اگر اس نے دو دن کے اندر شاہدہ سے شادی کرنے کا فیصلہ نہ کیا تو وہ ان کا مرا ہوا چہرہ دیکھے گا۔ دانیال کشمکش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب کیا کرے۔ ایک طرف اس کی ماں تھی تو دوسری طرف اس کی محبت عابی.....

رات کو اسے ٹھیک سے نیند بھی نہیں آئی تھی وہ مسلسل اپنی ماں کی بات پر سوچتا رہا تھا۔ صبح جب وہ اٹھا تو وہ فیصلہ کر چکا تھا۔ اس نے اپنی ماں کی بات کا مان رکھنے کی خاطر شاہدہ سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ماں کوئی انتہائی اقدام اٹھا لے اس لئے وہ اپنی محبت کو ماں کی محبت پر قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''عابی..... مجھے معاف کر دینا۔ میں مجبور ہو گیا ہوں۔'' دانیال نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ پھر اس نے اپنی امی کو کال کی۔

''السلام علیکم امی جان.....'' رابطہ ہوتے ہی جب کال ریسیو ہوئی تو اس نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔تمہاری کال سے میں سمجھ گئی ہوں کہ تم شاہدہ سے شادی کرنے پر رضامند ہو۔''امی کی سپاٹ آواز سنائی دی۔

''جی امی.....''اس نے ٹوٹتے دل سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔اب تم واپس آ جاؤ۔میں آج ہی تمہارے چچا کے ساتھ نگہت کے گھر جا کر شادی کی ڈیٹ فائنل کر آتی ہوں۔''امی نے کہا مگر دانیال نے کوئی جواب نہ دیا۔وہ بے حد رنجیدہ تھا۔پھر مقررہ تاریخ پر اس کی شاہدہ کے ساتھ شادی ہوگئی۔

☆.....☆.....☆

دانیال نے عابی کو کچھ دنوں کے بعد واپس آنے کا کہا تھا۔دو ماہ گزر گئے تھے لیکن دانیال کا کچھ پتہ نہیں چلا تھا۔عابی نے دو بار دانیال کو فون کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا فون مسلسل آف جا رہا تھا۔عابی اب کھوئی کھوئی سی رہنے لگی تھی۔اسے پریشانی تھی کہ دانیال کہاں چلا گیا ہے۔اس نے عابی کو یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ کس ملک میں جا رہا ہے۔دانیال کے رابطہ نہ کرنے سے اسے صاف لگ رہا تھا کہ اس کی امی نے اس کی بات نہیں مانی ہوگی اور اس کی شادی اس کی کزن شاہدہ سے ہوگئی ہوگی اس لئے وہ اسے بھول گیا ہوگا۔عابی کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے لیکن وہ حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ ادھر اس کے لئے اچھے اچھے گھرانوں سے رشتے بھی آ رہے تھے لیکن وہ ابھی تک کسی کے لئے بھی ہاں نہیں کر رہی تھی۔اسے دانیال کا انتظار تھا.....اسے یقین تھا کہ دانیال واپس ضرور آئے گا.....ایسا یقین جس کے بارے میں اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔

وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔یہاں تک کہ چھ ماہ گزر گئے لیکن دانیال کی نہ اسے کوئی خبر ملی اور نہ ہی اس کا فون آیا۔کچھ لوگوں کو بھلانا آسان نہیں ہوتا۔وہ زندگی کی ہر سانس کے ساتھ دلوں میں بستے رہتے ہیں۔تلخ یادیں بن کر ساری زندگی تڑپاتی رہتی ہیں مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان لاکھ چاہنے کے باوجود بھی ان تلخ یادوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔عابی کو نجانے کیوں ایسا یقین تھا کہ دانیال ایک دن واپس ضرور آئے گا۔اسے بھی دانیال سے محبت ہوگئی تھی اسی لئے تو وہ ہر وقت اسی کے بارے میں سوچتی رہتی تھی۔

ایک دن وہ اپنے کمرے میں اپنے بستر پر نیم دراز دانیال کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اسے خیال آیا کہ

اسے ایک بار پھر ٹرائی کر لینی چاہئے ہوسکتا ہے دانیال کا فون آن ہو چکا ہو۔ ایک موہوم سی امید اس کے دل میں تھی چنانچہ اس نے اپنے سیل فون سے دانیال کو فون کیا تو دوسری طرف بیل جانے لگی۔ عابی کے چہرے پر خوشی کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔

''ہیلو.....'' رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی تو عابی بے اختیار چونک پڑی۔ اس کا ذہن زلزلوں کی زد میں آ گیا اور وہ سکتے کے عالم میں چلی گئی۔ کئی لمحے اسی حالت میں گزر گئے۔

''ہیلو۔'' ایک بار پھر وہی آواز سنائی دی لیکن عابی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بھلا کیا جواب دے سکتی تھی۔

''ہیلو۔ کون ہیں آپ۔ کس سے بات کرنی ہے۔'' ایک بار پھر وہی آواز سنائی دی

''سوری۔ شاید رانگ نمبر مل گیا ہے۔'' عابی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''آپ کون بول رہی ہیں؟'' عابی نے آہستہ آواز میں پوچھا۔ حالانکہ اسے سمجھ تو آ گئی تھی کہ وہ مسز دانیال بول رہی ہے لیکن پھر بھی وہ تصدیق کرنا ضروری سمجھتی تھی۔

''میں مسز دانیال بات کر رہی ہوں۔''

ایک بار پھر دوسری طرف سے آواز سنائی دی تو ''مسز دانیال'' کا سن کر عابی کا سر چکرانے لگا۔ تصدیق ہو گئی تھی اسے۔ ذہن کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کی حالت کسی خزاں رسیدہ پتے کی مانند ہو رہی تھی۔ اگر وہ بیڈ پر نہ بیٹھی ہوتی تو شاید چکرا کر زمین پر گر پڑتی۔ اس کے دماغ میں ہلچل ہونے لگی۔

''دانیال نے اس سے بے وفائی کی ہے۔ اس نے اس کا مان توڑا ہے۔'' یہ الفاظ بازگشت بن کر اس کے دماغ میں گونج رہے تھے۔

''ہیلو..... ہیلو.....'' عابی کو دوسری طرف سے آواز سنائی دی لیکن عابی نے کوئی جواب نہ دیا اور سیل فون آف کر کے بیڈ پر پھینک دیا۔

عابی کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ دانیال نے شادی کر لی تھی۔ اس نے تو کہا تھا کہ وہ صرف اسی سے شادی کرے گا پھر..... اس سے آگے وہ نہ سوچ سکی۔ پتہ نہیں کس مجبوری کے تحت اس

نے شادی کر لی تھی۔ بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن دروازے کے باہر آہٹ سن کر اس نے جلدی سے اپنے دوپٹے سے آنسو صاف کر لئے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی امی آئی ہیں۔ عابی نہیں چاہتی تھی کہ اس کی ماں اسے رنجیدہ دیکھیں۔ اسی لمحے اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس کی امی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

''عابی!''

''جی امی۔'' عابی نے چونک کر کہا اور اٹھ کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کی ماں بھی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

''کیا بات ہے۔ میں کافی دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ تم کچھ پریشان اور اداس اداس سی رہنے لگی ہو۔'' عابی کی امی نے کہا۔

''نہیں امی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔'' عابی نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

''کیا تم اپنی ماں کو بھی نہیں بتاؤ گی..... ماں تو اپنی بیٹی کی بہترین سہیلی ہوتی ہے جسے ہر راز بتایا جا سکتا ہے۔'' اس کی امی نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو عابی نے نظریں جھکا لیں اور کشمکش میں مبتلا ہو گئی کہ وہ اپنی امی کو کیا بتائے۔

''امی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ بس دفتر میں کام بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے پریشان رہتی تھی لیکن اب میں ٹھیک ہوں۔'' عابی نے بمشکل مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تو اس کی ماں اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ ضرور کوئی بات ہے لیکن عابی اسے نہیں بتانا چاہتی۔ حالانکہ وہ کافی دنوں سے اس سے بات کرنے کا سوچ رہی تھیں۔

''ٹھیک ہے۔ تم پریشان نہ ہو، اب تمہاری دفتر سے بھی جان چھوٹنے والی ہے۔'' اس کی ماں نے کہا تو عابی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں''۔ عابی نے کہا۔

''تمہارے لئے ایک اچھے گھرانے کے لڑکے کا رشتہ آیا ہے۔ لڑکا سرکاری ملازمت کرتا ہے اور اس کی اچھی خاصی تنخواہ ہے۔ تم وہاں خوش رہو گی۔'' امی نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کا دل کٹ گیا۔

''لیکن امی.....'' عابی نے کہنا چاہا۔

''دیکھو عابی۔ اگر تم نے اب انکار کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گی۔'' اس کی امی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''اچھے رشتے نصیبوں والوں کو ملتے ہیں..... تمہاری عمر گزرتی جا رہی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ ہماری زندگی میں یہ فرض ادا ہو جائے۔ عابی، میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں..... میں تمہارا گھر بسا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں..... آج کا دور بہت تیز ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان بدل جاتے ہیں، رویے بدل جاتے ہیں، یہاں تک کہ بھائی بھی بدل جاتے ہیں۔ کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ میری بات سمجھ رہی ہو ناں۔''

''جی امی۔'' عابی نے اثبات میں سر جھکا کر جواب دیا تو اس کی امی اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔

عابی کو دانیال کا خیال آ گیا تھا جو نہ صرف بدل گیا تھا بلکہ اس نے شادی بھی کر لی تھی۔

''کیا میں تمہاری طرف سے ہاں سمجھوں؟'' امی کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

لیکن عابی صرف سر جھکائے بیٹھی رہی۔

''ٹھیک ہے بیٹی۔ میں سمجھ گئی ہوں..... تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ تمہیں یہ رشتہ قبول ہے..... اللہ تمہیں خوش رکھے۔''

عابی کی امی نے اسے دعا دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئیں جبکہ عابی دروازے کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ گو وہ بہت مضبوط دل کی لڑکی تھی اس لئے ضبط کے بندھن نہیں ٹوٹے تھے البتہ وہ رنجیدہ ضرور ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے لیکن اس نے انہیں بھی دوپٹے سے پونچھ لیا تھا۔ رونے کا کوئی فائدہ نہیں تھا..... جس نے اس کی پرواہ نہیں کی تھی اس کے لئے وہ اپنے آنسو کیوں ضائع کرتی رہے..... ضروری نہیں ہے کہ انسان جو چاہے وہ اسے مل جائے۔ کچھ خواہشیں، کچھ امنگیں ایسی ہوتی ہیں جن کے صرف چاہے جانے سے ہی وہ کچھ نہیں مل جاتا جن کی انسان تمنا کرے، عابی نے سوچا۔

☆.....☆.....☆

دانیال کی شادی کو پانچ ماہ ہو گئے تھے۔ اپنی ماں کی خاطر اسے شاہدہ سے کمپرومائز کرنا پڑا تھا اس لئے وہ خوش و خرم زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ عابی کو نہیں بھولا تھا۔ عابی کی محبت ابھی تک اس کے دل میں

براجمان تھی لیکن وہ ماں کی وجہ سے مجبور تھا۔اس کی ماں نے اس سے قسم لی تھی کہ وہ عابی سے کبھی رابطہ نہیں کرے گا۔اوراب دانیال اپنی ماں کی قسم نبھا رہا تھا۔ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اس نے کبھی عابی سے رابطہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی عابی نے۔دانیال عابی کی عادت سے واقف تھا کہ وہ اس سے کبھی خود رابطہ نہیں کرے گی۔

زندگی روٹین سے چل ہی تھی۔کبھی کبھی دانیال،شاہدہ کو گھمانے پھرانے لے جاتا تھا۔اس کی امی بے حد خوش تھیں کہ دانیال نے ان کی بات مانتے ہوئے شاہدہ سے شادی کر لی تھی۔وہ شاہدہ کو بہو کم بیٹی زیادہ سمجھتی تھیں۔اس دن آفس سے آنے کے بعد دانیال اپنا سیل فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر واش روم میں گھس گیا۔پھر جب وہ واش روم سے نکلا تو اس نے اپنا سیل فون پر شاہدہ کے ہاتھ میں دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

''کس کا فون تھا.....؟'' دانیال نے استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

''کوئی لڑکی تھی۔''

''لڑکی.....'' دانیال ٹھٹکا۔

اس کا دماغ عابی کی طرف چلا گیا تھا۔شادی کے بعد اس نے عابی سے رابطہ نہیں کیا تھا اور اس نے اس کا نمبر بھی ڈیلیٹ کر دیا تھا تا کہ شاہدہ کو کسی قسم کا شک نہ پڑے اور اس کی زندگی میں بھونچال نہ آئے۔

''ہاں۔تم چونک کیوں گئے ہو؟'' شاہدہ حیرت زدہ تھی۔

''نہیں۔اس میں چونکنے کی کیا بات ہے۔اکثر رانگ نمبر مل جاتے ہیں۔''

''ہاں۔وہ بھی یہی کہہ رہی تھی کہ رانگ نمبر مل گیا ہے شاید۔'' شاہدہ نے بتایا لیکن دانیال نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

''پھر اس نے میرا نام پوچھا تو میں نے بتا دیا۔پھر میں ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی اور اس نے کال ہی کاٹ دی۔'' شاہدہ نے بتاتے ہوئے کہا لیکن دانیال نے کوئی جواب نہ دیا۔

''فون مجھے دو۔'' دانیال نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تو شاہدہ نے سیل فون اس کی طرف بڑھا دیا۔دانیال نے ریسیوڈ کال آپشن اوپن کر کے دیکھا تو اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی کیونکہ وہ عابی کا نمبر تھا۔اس نے کنکھیوں سے شاہدہ کی طرف دیکھا تو وہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔دانیال نے اپنے چہرے پر انجانے تاثرات

پیدا کئے اور سیل فون اپنی پتلون کی جیب میں رکھ لیا۔

''دانیال۔نمبر ڈیلیٹ نہیں کرو گے؟''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ تم وہ نمبر ڈیلیٹ کر دو۔ایسا نہ ہو کہ غلطی سے تم اسے کال کر بیٹھو۔'' شاہدہ نے کہا تو دانیال نے جیب سے سیل فون نکالا اور ریسیوڈ کال آپشن اوپن کر کے عابی کا نمبر ڈیلیٹ کر دیا۔

''ایک تو تم بیویاں بہت شکی مزاج کی ہوتی ہو۔'' دانیال نے مصنوعی انداز سے مسکراتے ہوئے کہا حالانکہ عابی کا نمبر دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

''ظاہر ہے بیویاں جو ہوئیں، کوئی بیوی بھی کسی دوسری عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتی اس لئے میں کیسے چاہوں گی کہ تم کسی اور لڑکی سے بات کرو۔'' شاہدہ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا تو دانیال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کھانا تیار ہے؟'' دانیال نے پوچھا۔

''ہاں۔میں رانو (ملازمہ) سے کہہ کر کھانا لگواتی ہوں۔تم آ جاؤ اور امی کو بھی کھانے کا کہہ دو۔'' شاہدہ نے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ دانیال نے ایک طویل سانس لیا۔اسے بھی شاہدہ کے دیکھنے کے انداز سے سمجھ آ گیا تھا کہ وہ اسے شکی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔شاہدہ شکی مزاج کی لڑکی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ دانیال کی زندگی میں کوئی اور عورت آئے۔یہ بات دانیال بھی اچھی طرح جانتا تھا۔اس کے جانے کے بعد دانیال بھی اٹھا اور کمرے سے نکل کر امی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تا کہ انہیں کھانے کی اطلاع دے سکے۔

☆.....☆.....☆

عابی نے اپنے باس کے دروازے پر دستک دی تو چند لمحوں کے بعد اندر سے اس کے باس خاقان ہمدانی کی آواز سنائی دی۔

''یس.....آ جائیں''۔

عابی نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گئی۔اس کا باس اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھا ایک فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔

''السلام علیکم سر۔'' عابی نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام.....کیسی ہیں آپ مس عابدہ؟'' خاقان ہمدانی نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں سر۔'' عابی نے جواب دیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ اور ایک کارڈ تھا۔ پھر اس نے کاغذ خاقان ہمدانی کے سامنے رکھ دیا۔

''یہ کیا ہے مس عابدہ؟'' خاقان ہمدانی نے کاغذ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''میرا استعفیٰ ہے سر۔'' عابی نے جواب دیا تو خاقان ہمدانی بے اختیار چونک پڑا۔

''کیا مطلب۔ آپ استعفیٰ دے رہی ہیں۔ کیوں؟'' ارسلام حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''سر.....وہ۔'' عابی نے کہنا چاہا مگر باس نے بات کاٹ دی۔

''کیا آپ کو کمپنی سے شکایات ہیں۔'' خاقان ہمدانی نے پوچھا۔

''نو سر.....دراصل.....اگلے ماہ میری شادی ہے۔'' عابی نے سر جھکائے ہوئے اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''اوہ.....آئی سی۔'' خاقان ہمدانی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا پھر وہ کاغذ پر لکھی عبارت پر سرسری نظر ڈالنے لگے۔

''کس تاریخ کو شادی ہے؟'' خاقان ہمدانی نے پوچھا۔

''چھ نومبر کو۔'' عابی نے جواب دیا پھر اس نے کارڈ خاقان ہمدانی کے سامنے رکھ دیا۔ ''سر۔ یہ آپ کے لئے کارڈ ہے۔ آپ فیملی سمیت میری شادی میں ضرور شرکت کیجئے گا۔ مجھے خوشی ہوگی سر۔''

''کیوں نہیں۔ میں ضرور آؤں گا۔'' خاقان ہمدانی نے کہا۔ ''اور ہاں.....اگر آپ کے شوہر آپ کو جاب کی اجازت دیں تو میری کمپنی کے دروازے آپ کے لئے کھلے ہیں۔''

''شکریہ سر۔'' عابی نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ سلام کر کے مڑی اور کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔ ڈیوٹی آف ہونے کے بعد وہ اپنا ہینڈ بیگ سنبھالے روڈ پر آئی اور ایک رکشے میں سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف بڑھ گئی۔

عابی کا رشتہ طے ہو گیا تھا۔ اگلے ماہ نومبر کی چھ تاریخ کو اس کی شادی تھی۔ اس کے ہونے والے شوہر کا نام وارث تھا۔ وارث چاہتا تھا کہ اس کی بیوی شادی کے بعد جاب نہ کرے اس لئے عابی نے اپنی جاب سے استعفیٰ دے دیا تھا۔

رکشہ چوک پر سگنل پر رک گیا۔ چوک پر ٹریفک کا اژدھام تھا۔ اچانک عابی نے غیر ارادی طور پر اپنے دائیں طرف کار کی طرف دیکھا تو دوسرے ہی لمحے وہ بے اختیار چونک پڑی۔ اس کے دائیں طرف والی کار میں دانیال تھا اور سائیڈ سیٹ پر ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ عابی سمجھ گئی کہ وہ لڑکی دانیال کی بیوی شاہدہ ہے۔ لڑکی سامنے دیکھنے میں مگن تھی جبکہ دانیال ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر اس کی نظر جیسے ہی عابی پر پڑی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کی پرچھائیاں پھیل گئیں۔ اس کی نظریں جیسے ہی عابی کی نظروں سے ٹکرائیں تو عابی نے دانیال کی آنکھوں میں شرمندگی کے تاثرات دیکھے جبکہ عابی کی نظروں میں شکوہ، نفرت اور غم کے ملے جلے تاثرات تھے۔ دوسرے ہی لمحے دانیال نے اپنا چہرہ لڑکی کی طرف کر لیا کیونکہ دانیال کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے اسے مخاطب کیا تھا۔ عابی سمجھ گئی تھی کہ وہ لڑکی دانیال کی بیوی ہے۔ غم کی ایک تیز لہر عابی کے دماغ میں سرایت کر گئی۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا پھیلنے لگا تھا تاہم اس نے خود کو سنبھال لیا۔ اسی لمحے سگنل کھل گیا تو رکشہ بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد دانیال بھی اپنی کار رکشے کے قریب سے گزارتا ہوا آگے بڑھاتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد رکشے نے اسے اس کے گھر کے قریب اتارا تو وہ کرایہ ادا کر کے اپنے گھر کی طرف بڑھ گئی۔

☆.....☆.....☆

یہ حقیقت ہے کہ جوڑے آسمان پر بنتے ہیں۔ اللہ جس کا نصیب جہاں لکھ دے اسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔ عابی کا جوڑ بھی وارث کے ساتھ بنا تھا۔ وارث ایک قبول صورت نوجوان تھا۔ اس کی رنگت گندمی تھی، اس کے سر کے بال چھوٹے چھوٹے تھے لیکن اس کا ماتھا گنجا تھا۔ اس کی چار بہنیں تھیں جن کی شادیاں ہو چکی تھیں اور وہ اپنے گھروں میں آباد تھیں۔ اس کے والد کو فوت ہوئے پانچ سال ہو چکے تھے۔ عابی کی مقررہ تاریخ یعنی چھ نومبر کو وارث سے شادی ہو گئی۔

وارث نفسیاتی مریض بھی تھا جو بات بات پر شک کرتا تھا۔ جب اس کی بہنیں غیر شادی شدہ تھیں تو وہ ان پر بھی نظریں رکھتا تھا اور اگر اپنی کسی بہن کو کسی لڑکے سے باتیں کرتا دیکھ لیتا تو وہ اس کو بہت مارتا تھا۔ جس نے عابی کا رشتہ وارث سے کرایا تھا اس نے عابی کے گھر والوں کو وارث کی اس خامی سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شادی کے بعد وارث ٹھیک ہو جائے گا۔

شادی کے بعد عابی خوش و خرم زندگی گزارنے لگی۔ عابی کے خیال کے مطابق وارث ایک اچھا انسان تھا کیونکہ وہ عابی کا خیال رکھتا تھا۔ عابی اپنے شوہر وارث کی رفاقت، چاہت اور اچھے سلوک کو پا کر ماضی کی تلخیوں کو بھول گئی تھی۔ وارث کی امی بھی بہت اچھی خاتون تھیں۔ وہ عابی کے ساتھ شفقت سے پیش آتی تھیں۔ وہ اسے اپنی بیٹی ہی سمجھتی تھیں۔ عابی بھی ان کی خدمت کرتی رہتی تھی۔ انہیں وقت پر کھانا دیتی تھی، سونے سے پہلے ان کے لئے پانی کا تھرمس بھر کر ان کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیتی تھی۔ یہاں تک کہ جب ان کی ٹانگوں میں درد ہوتا تھا تو وہ ان کی ٹانگیں بھی دباتی تھی۔ رخصتی کے وقت عابی کی ماں نے اسے نصیحت کی تھی کہ وہ اپنی ساس کو اپنی ماں ہی سمجھ کر ان کی خدمت کرے تو وہ ان کا دل جیت سکتی ہے یہی وجہ تھی کہ عابی اپنی ماں کی ہوئی نصیحت پر عمل پیرا تھی۔ جس کی وجہ سے اس کی ساس اس سے بیحد خوش تھیں۔

''عابی..... آج شام تیار رہنا۔'' ایک دن آفس جانے سے پہلے وارث نے عابی سے کہا تو وہ بے اختیار چونک پڑی۔

''کیا آج کوئی خاص بات ہے؟'' عابی نے پوچھا۔

''ہاں..... میرے باس حسن علی کے بیٹے کی سالگرہ ہے۔ انہوں نے مجھے بھی مدعو کیا ہے اس لئے آج وہیں چلیں گے۔'' وارث نے بتایا۔

''کیا میرا جانا ضروری ہے وارث۔'' عابی نے کہا۔ وہ نہیں جانا چاہتی تھی۔

''ہاں عابدہ بیگم۔ کیونکہ میں اکیلا وہاں جاتے ہوئے اچھا نہیں لگوں گا۔'' وارث نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے..... میں تیار ہو جاؤں گی۔'' عابی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وارث بھی مسکراتا ہوا چلا گیا۔

عابی، وارث کے آفس سے آنے سے پہلے ہی تیار ہوگئی تھی اس لئے شام کو وارث جلد ہی گھر آ گیا تھا۔ اس نے بھی کپڑے تبدیل کئے اور پھر وہ دونوں امی سے اجازت لے کر موٹر بائیک پر سوار ہو کر حسن علی کے گھر کی طرف بڑھ گئے۔ راستے میں وارث نے حسن علی کے بیٹے کے لئے تحفہ خرید لیا تھا۔

وارث کے باس حسن علی کی کوٹھی نہایت ہی شاندار تھی۔ کالونی کے شروع میں ہی دور دور تک کاریں کھڑی تھیں۔ کوٹھی کو بھی شاندار طریقے سے سجایا گیا تھا۔ وارث نے موٹر بائیک ایک طرف کھڑی کی اور پھر دونوں اندر چلے گئے۔ وارث کے باس حسن علی ادھیڑ عمر تھے۔ ان کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ تھی مگر وہ انتہائی باوقار اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے تین بچے تھے۔ بڑی بیٹی تھی، پھر بیٹا تھا اور اس کے بعد سب سے چھوٹا بیٹا حنان علی تھا جس کی آج دھوم دھام سے سالگرہ منائی جا رہی تھی۔ وارث نے حسن علی اور اپنی بیوی عابی کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔

''میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔'' حسن علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شکریہ۔'' عابی نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

پھر وہ سب باتوں میں مصروف ہوگئے۔ گھر میں گہما گہمی تھی۔ حسن علی کی بیوی اور بچے بھی عابی سے ملے تھے۔ وہ حسن علی کی بڑی بیٹی نائمہ سے باتیں کرنے لگی۔ نائمہ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ وہ خوبصورت اور ہنس مکھ لڑکی تھی۔ باتیں کرنے کے دوران اچانک عابی کی نظر ایک نوجوان پر پڑی تو وہ بے اختیار چونک پڑی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ سٹپٹا گئی اور اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔

اس سے کچھ فاصلے پر دانیال ایک نوجوان سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ گو دانیال نے اسے نہیں دیکھا مگر اسے دیکھ کر عابی پریشان ضرور ہوگئی تھی۔

''دانیال۔'' وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

''کیا ہوا؟'' نائمہ نے اسے پریشان دیکھا تو پوچھ لیا۔

''نن۔ نہیں۔ کچھ نہیں۔'' عابی نے جواب دیا۔

''اچھا۔ آپ یہیں رکیں میں ابھی آتی ہوں۔'' نائمہ نے کہا اور ایک طرف بڑھتی چلی گئی۔

ماضی کی تلخ یادیں ایک بار پھر یلغار بن کر اس کے دماغ پر حملہ آور ہونے لگیں۔ اپنی شادی سے کچھ دن پہلے ہی اس نے دانیال کو دیکھا تھا اور اب تین ماہ کے بعد وہ اس کے سامنے آ گیا تھا۔ دانیال نے ابھی تک عابی کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ مسلسل محو گفتگو تھا۔ اسی لمحے ایک لڑکی جس نے گلابی کلر کی ساڑھی پہنی ہوئی تھی، دانیال کے پاس آئی۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے عابی نے دانیال کے ساتھ کار میں دیکھا تھا۔

''دانیال۔ آئیں میں آپ کو اپنی فرینڈز سے ملواؤں۔'' لڑکی نے دانیال سے کہا۔

''او کے۔'' دانیال نے کہا اور وہ مڑا ہی تھا کہ اچانک اس کی نظر اپنی طرف دیکھتی ہوئی عابی پر پڑی تو وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی نظریں دوسری طرف کر لیں۔ پھر شاہدہ اسے لئے ایک طرف بڑھ گئی۔

''عابدہ..... خیریت تو ہے..... کسے دیکھ رہی ہو؟'' اسی لمحے وارث کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو اس نے چونک کر وارث کی طرف دیکھا۔

''آں..... کسی کو نہیں۔'' عابی نے سٹپٹا کر جواب دیا۔

''مجھے تم پریشان دکھائی دے رہی ہو۔''

''وارث..... میں واپس گھر چلنا چاہتی ہوں۔''

''کیوں..... کیا ہوا؟''

''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' عابی نے کہا۔ ''میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے اور مجھے چکر آ رہے ہیں۔''

''اچھا، اچھا ٹھہرو۔ میں حسن علی صاحب سے اجازت لے لوں۔'' وارث نے جلدی سے کہا پھر وہ حسن علی کی طرف بڑھ گیا جو ایک نوجوان سے باتیں کر رہے تھے۔ عابی نہیں چاہتی تھی کہ وہ یہاں زیادہ دیر رکے اور اس کا بار بار دانیال سے سامنا ہو۔ وارث کو شک ہو سکتا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی ہنستی مسکراتی زندگی میں زہر گھل جائے۔ وارث نے سرگوشی میں حسن علی سے کچھ کہا تو حسن علی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وارث، عابی کو لئے گھر آ گیا۔ عابی نے سر درد کی ٹیبلٹ لی اور سو گئی۔ ساری رات وارث پریشان رہا تھا۔ عابی کو بھی ساری رات

ٹھیک طرح سے نیند نہیں آسکی تھی۔ اسے بار بار دانیال اور اس کی بیوی کا چہرہ اپنی آنکھوں کے سامنے گھومتا ہوا نظر آتا تھا۔ یہ تو اچھا ہوا تھا کہ دانیال نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی ورنہ وارث شک میں مبتلا ہو سکتا تھا۔

صبح جب عابی سو کر اٹھی تو اس نے خود کو قدرے بہتر پایا۔ اس نے روٹین کے مطابق وارث کے لئے ناشتہ تیار کیا۔

''اب تم کیسی ہو عابی؟'' آفس جانے سے پہلے وارث نے عابی سے پوچھا۔

''بہتر ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔'' عابی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ اگر دوبارہ طبیعت خراب ہو تو تم مجھے فون کر دینا میں آفس سے چھٹی لے کر آجاؤں گا۔'' وارث نے کہا اور بریف کیس اٹھائے آفس چلا گیا۔ وارث کے جاتے ہی عابی کے بشرے پر اداسی چھا گئی تھی۔ دانیال کا خیال بار بار اس کے دل و دماغ میں آرہا تھا اور وہ اس کا خیال نکالنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اسے کامیابی نہ مل رہی تھی۔ ماضی کی یادوں کا ورق ایک بار پھر کھل گیا تھا اور وہ چاہتے ہوئے بھی اسے بند نہ کر سکی تھی۔

عابی نے سوچا، یادیں یادگار ہوتی ہیں۔ بیتے ہوئے دنوں کی اور انسان کی زندگی بھر کا ساتھ ہوتی ہیں۔ انسان تو انسان سے بے وفائی کر جاتا ہے، ایک دوسرے کو دھوکا دے جاتا ہے مگر یادیں انسان سے بے وفائی نہیں کرتیں، اسے دھوکا نہیں دیتیں۔ انسان کی زندگی کے ساتھ ہی وہ سفر کرتی رہتی ہیں۔

دوپہر کو وارث کی امی نے عابی سے کہا کہ بازار سے کچھ چیزیں خریدنی ہیں اس لئے وہ اس کے ساتھ چلے۔ عابی تیار ہو گئی اور ساس، بہو نزدیکی مارکیٹ کی طرف بڑھ گئیں۔ وہ ایک دکان سے کچھ خرید رہی تھیں کہ اچانک عابی کو اپنے عقب سے آواز سنائی دی۔

''عابدہ.....''

آواز جانی پہچانی سی اور دھیمی تھی۔ عابی نے بے اختیار پیچھے مڑ کر دیکھا تو دوسرے ہی لمحے وہ حواس باختہ ہو گئی۔ اس کے سامنے دانیال کھڑا تھا۔ عابی نے گھبرا کر وارث کی امی کی طرف دیکھا تو وہ دکاندار کے ساتھ بحث کر رہی تھیں۔

''عابدہ..... میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' دانیال کے لہجے میں التجا تھی۔

''مگر میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔'' عابی نے برانگیختگی سے کہا۔

''عابدہ پلیز۔ میری بات سن لو۔ صرف ایک بار پھر میں کبھی تمہارے سامنے نہیں آؤں گا۔'' دانیال نے کہا

''دانیال۔ میں نے کہا ناں کہ میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی..... خدا کے لئے، چلے جاؤ یہاں سے۔ کیوں میری اچھی بھلی زندگی میں زہر گھولنا چاہتے ہو۔'' اس بار عابی کے لہجے میں التجا تھی۔

دانیال چند ثانیے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ مڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ عابی نے دانیال کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہوئے دیکھ لئے تھے مگر وہ کیا کر سکتی تھی۔ دانیال سے اب اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ محبت کا جو رشتہ اس نے اس سے قائم کیا تھا وہ رشتہ اس نے خود ہی اس سے توڑ دیا تھا۔

''چلیں بیٹی۔'' اسی لمحے عابی کو اپنی ساس کی آواز سنائی دی تو وہ ٹھٹک گئی۔

''جی۔'' عابی نے ہلکی سی آواز میں جواب دیا۔

بازار سے ضروری چیزیں خریدنے کے بعد ساس اور بہو واپس گھر آ گئیں۔ عابی دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ وارث کی امی نے اسے دانیال سے باتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا ورنہ نجانے وہ کیا سمجھ بیٹھتیں۔ عابی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دانیال نے اسے بازار میں کیسے دیکھ لیا تھا۔ وہ اس سے کہنا چاہتا ہوگا کہ اس کی امی نے اس کی شاہدہ سے زبردستی شادی کر دی تھی۔ وہ اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوگا مگر عابی نے سوچا کہ اب وہ کسی اور کی امانت ہے اور وہ وارث کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتی۔ جب بھی کوئی انسان اگر دوسرے کی نظروں سے گر جائے تو تمام زندگی وہ اس کی نظروں سے نہیں اٹھ سکتا اس لئے عابی ایسا نہیں چاہتی تھی کہ وہ وارث کی نظروں سے ساری زندگی کے لئے گر جائے۔

☆.....☆.....☆

کئی دنوں سے عابی محسوس کر رہی تھی کہ وارث کا رویہ اس سے کچھ بدلا بدلا سا ہے۔ وہ زیادہ تر باہر رہنے لگ گیا تھا۔ آفس سے آنے کے بعد وہ رات کا کھانا کھا کر باہر چلا جاتا تھا اور دو، دو گھنٹے کے بعد گھر واپس آتا تھا۔ عابی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وارث کو کیا ہو گیا ہے۔ اس کے مزاج اور طبیعت میں کیسی تبدیلی آ رہی ہے۔

جس کی وجہ سے عابی بھی ذہنی مریض بنتی جارہی تھی۔

عابی کا کئی دنوں سے اپنی امی کے گھر جانے کو جی چاہ رہا تھا کیونکہ شادی کے بعد وہ صرف ایک بار ہی وارث کے ساتھ گھر گئی تھی اس کے بعد نہیں گئی تھی۔اس نے سوچا کہ وہ وارث سے آج بات کرے گی کہ وہ اسے شام کو امی کے گھر لے چلے۔

''سنیں''۔وارث جب آفس جانے لگا تو عابی نے کہا۔وارث رک گیا۔

''ہاں بولو۔کیا کہنا چاہتی ہو؟''وارث نے پوچھا۔

''میں اپنی امی کے گھر جانا چاہتی ہوں۔''عابی نے کہا۔

''ہاں تو چلی جاؤ۔''

''آپ ساتھ نہیں چلیں گے؟''عابی نے استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

''نہیں۔میں نہیں جاسکتا۔''

''کیوں۔آپ کیوں نہیں جانا چاہتے''۔عابی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''نہیں جانا چاہتا تو نہیں جانا چاہتا۔تم تھانیداروں کی طرح کیوں پوچھ رہی ہو۔''وارث نے غصے سے کہا تو عابی اس کے رویے پر حیران رہ گئی۔

''میں تو.....میں تو اس لئے پوچھ رہی تھی کہ میں اکیلی کیسے جاؤں۔''عابی گڑبڑا کر بولی۔

''اگر اپنی امی کے گھر جانا چاہتی ہو تو چلو میں تمہیں چھوڑتا جاتا ہوں۔شام کو واپسی پر لیتا آؤں گا۔''وارث نے کہا۔اس بار اس کے لہجے میں نرمی تھی اور عابی حیران تھی۔

''نہیں۔میں نہیں جانا چاہتی۔''عابی نے جواب دیا تو وارث کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''ابھی تو تم کہہ رہی تھی کہ تم امی کے گھر جانا چاہتی ہو اب کہہ رہی ہو نہیں جانا چاہتی۔''وارث نے کہا۔

''میرا ارادہ بدل گیا ہے۔''عابی نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔''وارث نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ عابی دروازے کو تکتی رہ گئی۔ وہ بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی۔اس کا موڈ آف ہوگیا تھا۔اسے وارث کے رویے پر حیرت ہو

رہی تھی۔شادی کے بعد آج اس نے پہلی بار اس سے اکھڑے اکھڑے لہجے میں بات کی تھی۔ پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا تھا۔

شام کو وارث آفس سے آنے کے بعد کپڑے تبدیل کر کے گھر سے باہر چلا گیا۔اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔عابی اس کا انتظار کر رہی تھی تا کہ وہ گھر آئے تو وہ اکٹھے کھانا کھا سکیں۔اس کی نظریں بار بار گھڑی کی طرف دوڑ جاتی تھیں کیونکہ وارث زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے باہر رہتا تھا پھر گھر واپس آ جاتا تھا لیکن اس رات تو اسے باہر رہتے ہوئے زیادہ ہی وقت لگ گیا تھا۔رات کے گیارہ بجنے میں پندرہ منٹ رہ گئے تھے لیکن وارث ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔عابی نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا۔گو اسے شدید بھوک لگ رہی تھی لیکن وہ اپنے شوہر کے بغیر کھانا نہیں کھانا چاہتی تھی۔تقریباً گیارہ بجے تک وارث گھر واپس آ گیا۔

''آپ ہاتھ منہ دھولیں۔میں کھانا گرم کر کے لے آتی ہوں۔'' عابی نے وارث سے کہا اور کچن کی طرف جانے لگی۔

''ٹھہرو.....'' وارث نے اسے آواز دی تو وہ رک گئی اور استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''جی۔'' عابی نے پوچھا۔

''تم کھانا کھالو۔'' وارث نے کہا۔

''کیا آپ نہیں کھائیں گے؟'' عابی نے کہا۔

''نہیں۔'' وارث نے جواب دیا۔

''کیوں؟'' عابی نے حیرت سے وضاحت چاہی۔

''کیا یہ پوچھنا تمہارے لئے ضروری ہے؟'' وارث نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

''جی.....میں آپ کی بیوی ہوں اور آپ کے رہن سہن کا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔'' عابی نے جواب دیا۔

''میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ کھانا کھالیا تھا۔'' وارث نے کہا تو عابی کو ایک ٹھیس لگی۔وہ اس کے انتظار میں کافی دیر سے بھوکی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کھانا کھا کر آیا تھا تاہم اس نے اپنے چہرے کو نارمل رکھا۔

''یہ کیا بات ہوئی وارث.....میں آپ کا انتظار کر رہی تھی کہ ہم اکٹھے مل بیٹھ کر کھانا کھائیں گے لیکن آپ کو

میرا خیال نہیں آیا اور اپنے دوستوں کے ساتھ کھانا کھالیا۔'' عابی نے کہا تو وارث نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

''عابدہ..... خود کو اکیلے کھانا کھانے کا عادی بنالو۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم اکٹھے ہی کھانا کھائیں..... آئندہ میرا انتظار نہ کیا کرو اور کھانا کھالیا کرو۔'' وارث نے کہا۔

''کیوں..... کیا آپ کو میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا اچھا نہیں لگتا۔'' عابی نے پوچھا۔

''میرے پاس فضول باتوں کا وقت نہیں ہے۔ جو کہا ہے اس پر دھیان دو۔'' وارث نے کہا اور مڑ کر وہ باتھ روم میں چلا گیا جبکہ عابی اسے دیکھتی رہ گئی۔ وارث کی یہ بات سن کر اس کی بھوک ہی ختم ہوگئی تھی۔

☆.....☆.....☆

ایک دن عابی گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر کمرے میں آرام کی غرض سے آئی ہی تھی کہ اس کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عابی کا سیل فون سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا۔ اس نے سیل فون اٹھا کر سکرین پر نمبر دیکھا تو وہ کوئی نیا نمبر تھا۔ اچانک عابی کے ذہن میں دانیال کا نام ابھر آیا۔ اس نے سوچا کہ شاید دانیال اسے فون کر رہا ہو۔ لیکن یہ ضروری بھی نہیں تھا۔ بہر حال اس نے کال اٹینڈ کر کے سیل فون اپنے کان سے لگالیا۔

''ہیلو۔'' عابی نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''السلام علیکم!'' دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''وعلیکم السلام۔ جی کس سے بات کرنی ہے؟'' عابی نے کہا۔ وہ دانیال کی آواز نہیں تھی۔

''آپ سے۔'' اجنبی نے جواب دیا۔

''مجھ سے''..... عابی حیران ہوگئی۔ ''مجھ سے کیا بات کرنی ہے۔''

''کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''سوری..... میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہو۔ تم آئندہ فون نہ کرنا۔'' عابی نے غصیلے لہجے میں کہا اور فون آف کرنا ہی چاہتی تھی کہ اجنبی کی آواز سنائی دی۔

''رکیں، فون نہ بند کریں۔''

''کیوں؟'' عابی کا لہجہ بدستور تیکھا تھا۔

''ارے آپ غصے کیوں ہورہی ہیں۔ میری بات تو سن لیں۔'' اجنبی نے کہا۔

''سوری..... میں اجنبیوں سے بات نہیں کرتی۔''

اتنا کہہ کر عابی نے فون بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ اس نے فون رکھا ہی تھا کہ ایک بار پھر گھنٹی بج اٹھی۔ عابی نے فون اٹھا کر دیکھا تو وہی نمبر تھا۔ عابی نے فون ڈس کنیکٹ کر کے سیل فون ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر وہ آرام کرنے کی غرض سے بیڈ پر نیم دراز ہوئی ہی تھی کہ ایک بار پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عابی کو اس لڑکے پر بے حد غصہ آنے لگا۔ اس نے سوچا کہ جب تک وہ اس لڑکے کو کھری کھری سنائے گی نہیں، وہ باز نہیں آئے گا۔ اس نے فون اٹینڈ کر کے کان سے لگالیا۔

''کیوں بار بار مجھے تنگ کر رہے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔'' عابی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''آپ مجھ سے دوستی کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟'' دوسری طرف وہی اجنبی تھا۔

''مجھے کسی سے دوستی کرنے کا شوق نہیں ہے۔۔ اور ویسے بھی میں شادی شدہ ہوں اور میرا شوہر ہی میرا دوست ہے۔ اب دوبارہ فون نہ کرنا۔'' عابی نے اس بار بھی غصیلے لہجے میں کہا۔

''سنیں..... سنیں پلیز۔'' اس سے پہلے کہ عابی فون بند کرتی، لڑکے کی تیز آواز سنائی دی۔

''بولو.....'' عابی نے بیزاری سے کہا۔

''پلیز..... مجھ سے دوستی کرلیں ناں۔ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔ پلیز مان جائیں۔'' لڑکے کے لہجے میں لجاجت تھی۔

''شٹ اپ۔ نانسنس۔ دوبارہ فون نہ کرنا۔'' عابی نے غصے سے کہا اور اس نے سیل فون آف کر کے ٹیبل پر رکھ دیا اور طویل سانس لینے لگی۔

''بہت ہی بے ہودہ اور ڈھیٹ لڑکا ہے۔'' عابی نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا پھر وہ آرام کرنے لگی۔

وہ لڑکا عابی کو روز ہی فون کرتا رہتا تھا لیکن عابی اس کا فون اٹینڈ ہی نہیں کرتی تھی بلکہ ڈس کنیکٹ کر دیتی تھی۔ وہ اس لڑکے سے بہت تنگ آئی ہوئی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وارث کو معلوم ہو کہ کوئی نامعلوم لڑکا اسے فون پر تنگ کرتا ہے۔ وہ سیخ پا بھی ہوسکتا تھا۔ اسی خدشے کے تحت وہ اپنا سیل فون بھی اپنے پاس ہی رکھتی تھی۔

یہاں تک کہ جب وہ کچن میں کھانا بنانے جاتی تھی تو سیل فون اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔ وہ لڑکا اسے تنگ کرنے سے باز ہی نہیں آرہا تھا۔ عابی نے سوچا کہ اسے نامعلوم کالر کے بارے میں وارث سے بات کرنی چاہئے۔ شاید وہ اس کا کوئی حل نکال لے۔ وہ ڈرتی بھی تھی کہ کہیں وارث اس بات کو غلط رنگ نہ دے دے۔

دو دن کے بعد رات آٹھ بجے وارث اور عابی کمرے میں بیٹھے تھے۔ وارث ٹی وی پر میچ دیکھنے میں مصروف تھا جبکہ عابی قریب ہی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک اس کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وارث چونک پڑا۔ اس نے ایک نظر عابی پر ڈالی پھر دوبارہ میچ دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ عابی نے سیل فون اٹھا کر دیکھا تو اسی لڑکے کا فون تھا۔ عابی کے دل کی دھڑکن تیز اور پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ کئی لمحے گزر گئے لیکن عابی نے فون اٹینڈ نہ کیا۔ وارث نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا۔

''عابی۔ تم فون اٹینڈ کیوں نہیں کر رہی ہو۔'' وارث نے پوچھا۔

''جج..... جج.....'' عابی کچھ نہ بول سکی۔ وہ بے حد ڈری ہوئی تھی۔

''کس کا فون ہے؟'' وارث نے پوچھا۔ اس کے چہرے پر شک کی پرچھائیاں پھیل گئی تھیں۔

''وہ..... وہ'' عابی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ وارث کو کیا جواب دے۔

''کیا وہ، وہ لگا رکھی ہے۔'' وارث نے کہا۔ ''تم بتاتی کیوں نہیں ہو کہ کس کا فون ہے؟''

''پپ۔ پپ۔ پتا نہیں کون لڑکا ہے۔'' عابی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''لڑکا.....؟'' وارث کے چہرے پر گہرا استعجاب پھیل گیا۔

''ہاں۔ پتہ نہیں کون ہے۔ دو تین روز سے مجھے تنگ کر رہا ہے۔ میں آپ سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہ رہی تھی کہ.....'' عابی کی بات ہی مکمل نہ ہونے پائی۔

''یقیناً کوئی تمہارا دوست ہوگا۔'' وارث نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو عابی کو دھچکا سا لگا۔

''یہ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں وارث۔'' عابی کے لہجے میں خفگی تھی۔ اسے اپنی اہانت اچھی نہ لگی تھی۔

''ٹھیک تو کہہ رہا ہوں۔ میں یہاں بیٹھا ہوں اس لئے تم فون اٹینڈ نہیں کر رہی اور بہانہ بنا رہی ہو کہ کوئی لڑکا تنگ کر رہا ہے۔'' وارث کے لہجے میں تلخی تھی۔

وارث کی بات سے عابی کے دل کو ایک ٹھیس سی لگی اور اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''وارث.....آپ.....آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔'' عابی نے احتجاج کیا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ وارث کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

''الزام.....'' وارث کا لہجہ زہر خند تھا۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں کہ.....''

''خاموش۔'' وارث نے تیز لہجے میں کہا۔ ''میں کیسے یقین کر لوں۔''

''آپ کو یقین کرنا ہوگا۔'' عابی نے کہا۔ ''کیونکہ میری کسی لڑکے سے کوئی دوستی نہیں ہے اور نہ ہی مجھے شوق ہے۔ میں آپ کی بیوی اور آپ کی امانت ہوں اس لئے میں آپ کی امانت میں خیانت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔''

''لاؤ مجھے دو فون۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔'' وارث نے کہا اور اس نے عابی سے فون جھپٹ لیا۔ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ وارث نے لیس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔

''ہیلو۔'' وارث نے کہا۔ ''کون۔''

''مجھے مس عائشہ سے بات کرنی ہے۔'' دوسری طرف سے لڑکے کی آواز سنائی دی۔ لہجہ پر اعتماد تھا۔

''کون عائشہ.....'' وارث نے پوچھا۔

''عائشہ.....میری کزن۔'' لڑکے نے جواب دیا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' وارث نے کہا۔

''میرا نام نعمان ہے۔'' جواب دیا گیا۔

''سنو مسٹر نعمان۔ یہاں کوئی عائشہ نہیں رہتی۔'' وارث نے غصے سے کہا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ عائشہ نے ہی مجھے یہ نمبر دیا تھا۔ تم کون ہو؟'' دوسری طرف سے لڑکے نے کہا۔

''تم سے ایک بار کہہ جو دیا ہے کہ یہاں عائشہ نہیں رہتی۔ پھر کیوں بحث کر رہے ہو۔ بند کرو فون۔'' وارث نے چیختے ہوئے کہا۔ پھر اس نے سیل فون آف کر کے تیکھی نظروں سے عابی کی طرف دیکھا تو عابی گھبرائی ہوئی

دکھائی دے رہی تھی۔

''سچ بتاؤ۔کون ہے یہ نعمان.....؟'' وارث نے چیختے ہوئے کہا۔

''مم.....مم..... مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔آپ میرا یقین کریں۔'' عابی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔اس کا چہرہ خوف سے پر تھا۔

''تم یوں نہیں بتاؤ گی۔'' وارث نے غصے سے کہا اور اس کی چٹیا پکڑ لی۔تکلیف کا احساس ہوتے ہی عابی اپنی چٹیا وارث کے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔

''وارث۔میری چٹیا چھوڑیں۔'' عابی نے چیختے ہوئے کہا لیکن اس نے عابی کی چٹیا نہ چھوڑی۔

''پہلے بتاؤ کون ہے یہ نعمان اور تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔بتاتی ہو یا نہیں۔'' وارث نے اس کی چٹیا کو کھینچتے ہوئے کہا تو عابی کے حلق سے چیخیں نکل گئیں اور آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔

''میں سچ بتا رہی ہوں۔میں نہیں جانتی۔میری چٹیا چھوڑیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔خدا کے لئے۔میری بات کا یقین کریں۔'' عابی نے تکلیف کی شدت سے چلاتے ہوئے کہا لیکن وارث نے اس کی ایک نہ سنی۔وہ بدستور اس کی چٹیا پکڑے کھڑا تھا۔دوسرے ہی لمحے اس نے عابی کو زور سے بیڈ پر پھینک دیا تو عابی بیڈ پر گری اور سسکنے لگی۔وارث چند لمحے غصیلی نظروں سے اسے گھورتا رہا پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

عابی،وارث کے اس رویئے سے بے حد پریشان تھی۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وارث اس کے ساتھ ایسا نامیانہ رویہ کیوں رکھ رہا ہے۔بات بات پر اسے مارنا اس کا معمول بن گیا تھا۔وہ بہت شکی مزاج کا تھا۔عابی سوچتی تھی کہ اگر وہ اس شادی سے خوش نہیں تھا تو پھر اس نے اس کے ساتھ کیوں شادی کی تھی۔کیوں وہ اس کی زندگی برباد کرنے پر تل گیا تھا۔اجنبی لڑکا اب بھی اسے فون کرتا تھا لیکن عابی اس کا فون ہی اٹینڈ نہیں کرتی تھی جس کی وجہ سے اب وہ لڑکا عابی کو کم کم تنگ کر رہا تھا۔عابی کو امید تھی کہ جب وہ لڑکے کو رسپانس نہیں دے گی تو وہ خود ہی اس کا پیچھا چھوڑ جائے گا۔کچھ دن کے بعد ایسا ہی ہوا۔لڑکا خود ہی اسے تنگ کرنا چھوڑ گیا اور عابی نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

وقت پَر لگائے تیزی سے گزرتا رہا۔ عابی کی شادی کو تین ماہ گزر گئے تھے مگر وارث کے رویے میں رتی برابر تبدیلی نہیں آئی تھی۔ اس کا رویہ دن بہ دن خراب ہوتا جا رہا تھا۔ آفس سے آنے کے بعد وہ تھوڑی دیر گھر میں بیٹھتا اور پھر باہر چلا جاتا تھا۔ اس کی واپسی رات گیارہ بارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔ عابی کی ساس بھی وارث کے رویے سے بے حد پریشان تھیں۔ عابی بھی دل ہی دل میں کڑھتی رہتی تھی۔ کبھی کبھی اس کے دل میں خیال آتا تھا کہ شاید وارث کی زندگی میں کوئی اور لڑکی آ گئی ہے اس لئے اس کا رویہ اس سے بدلا ہوا ہے۔ عابی نے سوچا کہ وہ اپنی ساس سے اس سلسلے میں بات کرے گی۔

ایک دن شام کے وقت اس کی امی اور ابو اس سے ملنے آ گئے۔

''عابی۔ تم تو آتی نہیں اس لئے ہم نے سوچا کہ ہم خود ہی چکر لگا آئیں۔'' عابی کی امی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بس امی۔ گھر کے کام کاج میں اتنی مصروف ہوتی ہوں کہ وقت ہی نہیں ملتا۔'' عابی نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تمہاری ساس کہاں ہیں؟ وہ نظر نہیں آئیں۔''

''امی۔ وہ اپنے کمرے میں ہوں گی۔''

''بیٹا۔ وارث کب آئے گا؟'' اس کے ابو نے پوچھا۔

''وہ چھ بجے تک آ جاتے ہیں۔ آنے ہی والے ہیں۔'' عابی نے جواب دیا۔ ''آپ بیٹھیں میں آپ کے لئے چائے بنا لاتی ہوں۔''

''نہیں بیٹا۔ رہنے دو۔'' اس کی امی نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ ''بس تم ہمارے پاس بیٹھی رہو۔''

''لیکن.....'' عابی نے کہنا چاہا۔

''لیکن ویکن کچھ نہیں۔ بیٹھو۔ ہم اپنی بیٹی کے گھر آئے ہیں کسی غیر کے گھر نہیں آئے۔'' امی نے کہا تو عابی امی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''امی۔ شہباز کی جاب کیسی جا رہی ہے؟''

''بہت اچھی۔ وہ بہت خوش ہے۔''

''اس کی شادی کب کر رہی ہیں۔''

''ابھی وہ اپنے پاؤں پر مکمل کھڑا تو ہو جائے پھر کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر اس کی شادی کر دوں گی۔'' امی نے جواب دیا۔

''امی.....دادو کیسی ہیں۔'' عابی نے کہا۔ ''آپ انہیں بھی ساتھ لیتی آتیں۔''

''تم تو جانتی ہو کہ وہ بیمار رہتی ہیں۔'' عابی کے ابو نے کہا۔ ''انہوں نے تمہیں سلام بھی کہا ہے۔''

عابی نے وعلیکم السلام کہا۔ پھر وہ سب ادھر ادھر کی باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران عابی اصرار کر کے چائے بنا لائی تھی۔ اس نے تو اپنے امی ابو سے کہا تھا کہ وہ کھانا کھا کر جائیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ عابی کی ساس بھی ان سے مل کر چلی گئی تھیں کیونکہ ان کی طبیعت خراب تھی اس لئے وہ آرام کرنا چاہتی تھیں۔

''اچھا عابی۔ اب ہم چلتے ہیں۔'' عابی کی امی نے کہا۔

''امی۔ بیٹھیں تو سہی۔ وارث سے مل کر جایئے گا ورنہ وہ ناراض ہوں گے۔'' عابی نے کہا۔

''عابی۔ پتہ نہیں وارث کب آئے۔'' امی نے کہا۔

''بس وہ آنے ہی والے ہیں۔ روز چھ بجے تک آجاتے ہیں آج نجانے کیوں لیٹ ہو گئے ہیں۔'' عابی نے کہا۔ اسی لمحے موٹر بائیک کی گھنٹی کی آواز سنائی دی تو عابی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''وارث آ گئے ہیں۔'' عابی نے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے دروازہ کھولا تو وارث موٹر بائیک لئے اندر آ گیا۔ عابی نے دروازہ بند کیا اور وارث کی طرف بڑھی۔

''السلام علیکم۔'' عابی نے وارث کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔ کیا کوئی آیا ہوا ہے؟'' وارث نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ امی اور ابو آئے ہیں۔'' عابی نے کہا۔

''کیا کرنے آئے ہیں؟'' وارث نے پوچھا تو عابی کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' عابی نے کہا۔ ''وہ میرے والدین ہیں ظاہر ہے مجھ سے ہی ملنے آئے ہیں۔ آئیں، آپ ان سے مل لیں۔''

وارث بے دلی کے ساتھ عابی کے والدین سے ملا تھا۔ چند باتیں کرنے کے بعد وہ بیٹھک میں چلا گیا تھا۔ عابی کے والدین نے وارث کے رویئے سے محسوس کر لیا تھا کہ وارث کچھ بدلا بدلا سا تھا لیکن انہوں نے عابی سے کوئی بات نہ کی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے والدین چلے گئے تو عابی بیٹھک میں چلی گئی۔ وارث صوفے پر پہلو بدلے بیٹھا فون پر باتیں کر رہا تھا لیکن اس نے عابی کو نہیں دیکھا تھا۔

''ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ آج میں واقعی بہت تھک گیا ہوں۔'' وارث کہہ رہا تھا۔

یہ سن کر عابی کو دھچکا لگا۔ وارث کس سے باتیں کر رہا تھا۔ ''رہی ہو'' الفاظ سے یہی پتہ چل رہا تھا کہ وہ کسی لڑکی سے بات کر رہا ہے۔

''ارے نہیں یار۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے تم پریشان نہ ہو۔'' وارث کہہ رہا تھا پھر وہ دوسری طرف سے سننے لگا۔

''اوکے۔ کل ملتے ہیں۔ بائے۔'' وارث نے کہا اور پھر اس نے سیل فون بند کر کے میز پر رکھا تو اس کی نظر عابی پر پڑی جو حیرت بھری نظروں سے وارث کو دیکھ رہی تھی۔ عابی کو دیکھ کر وارث اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔

''عابدہ۔ کیا تم دروازے پر دستک دے کر نہیں آ سکتی تھی۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''وہ..... وہ.....'' الفاظ عابی کے حلق میں پھنس گئے تھے۔

''کیا وہ، وہ لگا رکھی ہے۔ کیا بات ہے کیوں آئی ہو۔ کیا تمہارے گھر والے چلے گئے ہیں۔''

''جی۔'' عابی نے کہا۔ ''میں یہ پوچھنے آئی تھی کہ کھانا لگا دوں۔''

''مجھے یہیں کھانا دے دو۔''

''جی اچھا۔'' عابی نے کہا پھر وہ بیٹھک سے نکل کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

اس کی سوچ کا محور مسلسل وہ لڑکی تھی جس سے وارث باتیں کر رہا تھا۔ نہ جانے وہ کون تھی، کہاں رہتی تھی اور اس کا وارث سے کیا رشتہ تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کسی لڑکے نے اسے فون کر لیا تھا تو وارث کتنا غصے ہوا تھا اب جبکہ وہ کسی لڑکی سے بات کر رہا تو تو اسے عابی کی ناراضگی کی پرواہ نہیں تھی۔ بہر کیف اس نے اس خیال کو اپنے ذہن سے جھٹکا کہ وہ اپنے ذہن کو کیوں پراگندہ کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لڑکی وارث کی کولیگ ہو کیونکہ آفس میں

لڑکیاں بھی مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں۔اس نے اپنے دل کو تسلی دی۔پھر اس نے وارث کو کھانا دیا اور اپنے کمرے میں آ گئی۔

☆.....☆.....☆

اُس دن منگل تھا۔وارث آج آفس سے جلدی آ گیا تھا۔وہ اس وقت صوفے پر بیٹھا ٹی وی پر سپورٹس چینل دیکھنے میں مصروف تھا جبکہ عابی کچن میں رات کا کھانا بنانے میں مصروف تھی۔عابی کا سیل فون ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔ وہ اپنا سیل فون اٹھانا بھول گئی تھی۔اسی لمحے عابی کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر سیل فون کی طرف دیکھا۔سیل فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔وارث نے اٹھ کر سیل فون اٹھایا اور اس کی سکرین کی طرف دیکھا تو کوئی انجان نمبر فلیش ہو رہا تھا۔

''عابی کو کون فون کر رہا ہے۔'' وارث بڑبڑایا پھر اس نے یس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا لیکن وہ بولا نہیں۔

''ہیلو۔'' چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی تو وارث کے چہرے پر حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات ابھر آئے۔

''ہیلو۔'' دوسری طرف سے ایک بار پھر وہی آواز سنائی دی۔

''ہیلو۔کون بول رہا ہے۔'' وارث نے کہا تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

''آپ کون؟'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''فون آپ نے کیا ہے۔آپ بتائیں آپ کون ہیں اور کس سے بات کرنی ہے؟'' وارث نے اکھڑے لہجے میں کہا۔اسی لمحے عابی چائے کا کپ اٹھائے وہاں آ گئی۔اس نے کپ ٹیبل پر رکھ دیا اور وارث کو دیکھنے لگی۔

''سوری۔مجھ سے غلطی سے نمبر ڈائل ہو گیا ہے۔آئی ایم سوری۔'' دوسری طرف سے اس بار معذرت خواہانہ لہجے میں کہا گیا اور اس سے پہلے کہ وارث کوئی بات کرتا،دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی۔

''کس کا فون تھا؟'' عابی نے مصنوعی لہجے میں وارث سے پوچھا۔

''یہ تو تم بتا سکتی ہو کہ کس کا فون تھا۔'' وارث نے عابی کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔اس پر پاگل پن

کا دورہ پڑنا شروع ہو گیا تھا۔"

"کیا مطلب....." عابی کو اپنی سانس حلق میں اٹکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"کچھ عرصہ پہلے کسی لڑکے کا فون آیا تھا اور آج کوئی مرد فون کر رہا تھا۔ یہ تمہارا کون سا فرینڈ ہے۔" وارث نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میرا کوئی فرینڈ نہیں ہے وارث۔ اور میں بار بار اپنی ذلت برداشت نہیں کر سکتی۔" عابی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے تمہارا کوئی نیا فرینڈ ہو۔" وارث نے طنزیہ لہجے میں کہا تو عابی کے وجود کو جیسے آگ لگ گئی۔

"وارث۔ یہ آپ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔" عابی نے غصے سے کہا۔ اس کی آواز میں لرزش نمایاں تھی۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ دانیال نے ہی اسے فون کیا ہو گا۔

"آپ میرے کردار پر دھبہ لگا رہے ہیں۔ اور یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا۔"

"تو..... تو کیا کرو گی تم۔" وارث نے چیختے ہوئے کہا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے عابی کے سر کے بال پکڑ لئے۔ "بولو..... کیا کرو گی۔"

عابی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے بال چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"وارث۔ میرے بال چھوڑیں۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ میرے بال چھوڑیں۔" لیکن وارث نے اس کے بال نہ چھوڑے۔ اس کے چہرے پر غیظ و غضب کے تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔

"بتاؤ۔ کون ہے تمہارا نیا فرینڈ۔ بتاؤ۔" وارث نے کہا۔

"میرا کوئی فرینڈ نہیں ہے۔ آپ یقین کیوں نہیں کرتے۔۔ کیوں مجھ پر شک کرتے ہیں۔ میرے بال چھوڑیں۔ خدا کے لئے۔ پلیز میرے بال چھوڑیں۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔" عابی نے تکلیف بھرے لہجے میں کہا لیکن وارث ٹس سے مس نہ ہو رہا تھا۔

"بتاؤ..... کون تھا وہ..... میرے پیچھے کس کس کے فون آتے ہیں تمہیں..... بتاؤ۔" وارث نے چیختے ہوئے کہا۔ "بتاؤ..... بتاؤ۔ ورنہ قینچی سے بال کاٹ دوں گا۔"

وارث اس انداز میں چیخ رہا تھا کہ اس کی امی بھی دوڑتی ہوئی وہاں آ گئیں۔ انہوں نے جب وارث کو عابی

کے سر کے بال پکڑے دیکھا تو وہ آگے بڑھیں اور اسے وارث کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگیں۔

''وارث۔ چھوڑ دو اسے..... چھوڑ دو اسے۔''

لیکن وارث نے عابی کے بال نہ چھوڑے۔

''امی۔ آپ ہٹ جائیں..... یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔'' وارث نے اپنی امی سے کہا لیکن اسی لمحے اس کی امی نے اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔ کمرے میں چٹاخ کی آواز گونجی۔

''تمہیں شرم نہیں آتی اپنی بیوی پر تشدد کرتے ہوئے۔'' امی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''ہٹ جاؤ..... چھوڑو اس کے بال۔ میں کہتی ہوں چھوڑو اس کے بال۔''

وارث نے بالآخر عابی کے بال چھوڑ دیئے۔ عابی یکدم پیچھے ہٹ گئی اور ہانپتے ہوئے وارث کی طرف دزدیدہ نظروں سے دیکھنے لگی جیسے وارث انسان کی بجائے اسے درندہ دکھائی دے رہا ہو۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے وارث کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا۔ بال کھینچنے کی تکلیف سے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔

''کیوں تشدد کر رہے ہو اس پر؟'' امی نے وارث سے پوچھا۔

''امی..... اس کے..... اس کے غیر مردوں سے تعلقات ہیں۔'' وارث نے عابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ امی نے حیرت بھری نظروں سے عابی کی طرف دیکھا پھر وارث کو دیکھتے ہوئے مشتعل ہو کر بولیں۔

''کیا بکواس کر رہے ہو۔ تم ہوش میں تو ہو؟''

''میں سچ کہہ رہا ہوں امی۔'' وارث نے ڈھٹائی سے کہا۔ ''آپ اس سے پوچھ لیں۔''

''امی۔ خدا کی قسم یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ..... یہ میرے کردار پر داغ لگا رہے ہیں۔ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔'' عابی نے روتے ہوئے کہا۔ وہ ہلکان ہو چکی تھی۔ ''کاش ان کے الفاظ سننے سے پہلے ہی زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں دب جاتی۔''

''بکواس کرتی ہو۔ ابھی جس کا فون آیا تھا وہ کون تھا..... بتاؤ..... کون تھا وہ۔'' وارث نے چیختے ہوئے کہا۔ ''امی کے سامنے معصوم بننے کی کوشش مت کرو۔''

''امی..... بخدا میں نہیں جانتی وہ کون تھا۔'' عابی نے امی کی طرف دیکھ کر روہانسی لہجے میں کہا۔''میں قسم اٹھانے کو تیار ہوں۔ میں کسی کو نہیں جانتی۔ میرا کردار پاک صاف ہے.....''

''عابی بیٹا۔ میں جانتی ہوں کہ تم پاکباز اور باکردار لڑکی ہو۔ میرا اپنا بیٹا ہی خراب ہے اس لئے یہ تم پر الزام تراشی کر رہا ہے۔'' امی نے عابی کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''امی! آپ اپنے بیٹے کو برا کہہ رہی ہیں۔'' وارث نے کہا۔

''ہاں۔ کیونکہ تم برے انسان ہو، نفسیاتی مریض ہو..... تمہیں شرم آنی چاہئے اپنی پاکباز بیوی پر شک کرتے ہوئے۔'' امی نے کہا۔

''میں شک کر رہا ہوں..... آپ اس سے پوچھیں کیا اس کے غیر مردوں سے فرینڈ شپ نہیں ہے۔ پوچھیں اس سے۔'' وارث نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وارث..... عابی انتہائی نیک اور باحیا لڑکی ہے۔'' امی نے عابی کی سائیڈ لیتے ہوئے کہا۔''یہ سارا دن میرے پاس ہوتی ہے مگر میں نے تو اسے کسی سے بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس پر بے ہودہ الزام لگاتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہئے۔ ہوسکتا ہے غلطی سے کسی سے نمبر مل گیا ہو اور تمہارے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی ہو۔ کبھی کبھی غلط نمبر بھی تو مل جاتے ہیں۔''

''نہیں امی..... مجھے کوئی بدگمانی نہیں ہوئی.....'' وارث نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔''میں جانتا ہوں یہ جس آفس میں جاب کرتی تھی وہیں اس کی کسی مرد سے دوستی تھی اور یقیناً اسی نے فون کیا ہوگا۔ میں تو آفس چلا جاتا ہوں ہوسکتا ہے وہ میری عدم موجودگی میں بھی اسے فون کرتا ہو اور یہ چھپ چھپ کر اس سے باتیں کرتی ہو۔''

''میں نے کہا نا کہ اسے کوئی فون نہیں کرتا..... میں سارا دن گھر میں ہوتی ہوں۔'' امی نے وارث کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

''امی آپ.....'' وارث نے کہنا چاہا مگر امی نے اس کی بات کاٹ دی۔

''جاؤ یہاں سے..... دفع ہو جاؤ۔''

وارث کھا جانے والی نظروں سے عابی کو دیکھتا رہا پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ وارث کی امی نے عابی کو گلے سے لگا لیا اور اسے پیار کرنے لگی۔ عابی بلک بلک کر رو رہی تھی جیسے ننھی بچی روتی ہے۔

''امی..... میں ایسی نہیں ہوں..... میں ایسی نہیں ہوں۔'' عابی نے روتے ہوئے کہا۔ ''وارث مجھ پر بہتان لگا رہے ہیں۔''

''میں جانتی ہوں عابی بیٹا۔ جانتی ہوں۔'' امی نے کہا۔ ''تم ایسی لڑکی نہیں ہو..... لیکن..... لیکن میں کیا کروں..... وارث بہت شکی انسان ہے۔ شک اس کی گھٹی میں شامل ہے..... اپنی بہنوں کو بھی کسی غیر لڑکے سے باتیں کرتے دیکھتا تھا تو اپنی بہنوں کو بھی بہت مارتا تھا۔''

عابی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بدستور ہچکیاں لے لے کر روتی رہی۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وارث شکی طبیعت کا مالک تھا حالانکہ اس کی شادی کو تھوڑا عرصہ ہوا تھا اور اس پورے عرصے میں اس نے وارث کو ایک اچھا انسان سمجھا تھا لیکن آج وارث نے اپنی اصلیت دکھا دی تھی۔

''بیٹھ جاؤ بیٹا..... وارث ابھی پاگل ہوا پڑا ہے۔ جب وہ گھر آئے گا تو میں اسے سمجھاؤں گی۔'' وارث کی امی نے کہا اور اسے صوفے پر بٹھا کر اس کی ڈھارس بندھانے لگیں۔

''صبر کرو بیٹا۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔''

''کاش مجھے موت ہی آجاتی۔'' عابی نے ہچکیاں لے کر کہا۔

''ایسی باتیں نہیں کرتے بیٹا۔'' امی نے اسے سمجھایا۔ ''اب اٹھو اور منہ ہاتھ دھو لو۔ کھانا تیار ہونے والا ہے مل کر کھائیں گے۔''

''جی.....'' عابی نے صرف اتنا ہی کہا۔

''اوہ۔ ہانڈی جل گئی ہوگی۔'' اچانک امی کو ہانڈی کا خیال آیا تو وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئیں جبکہ عابی بدستور صوفے پر بیٹھی رہی۔ وارث کے کہے ہوئے الفاظ بازگشت بن کر اس کی سماعت سے مسلسل ٹکرا رہے تھے۔ پھر اچانک اس کی نظر اپنے سیل فون پر پڑی تو اس نے اٹھ کر سیل فون اٹھایا اور وہ نمبر دیکھنے لگی جس نمبر سے اس کے سیل فون پر کال آئی تھی۔ اس نے نمبر دیکھا تو وہ دانیال کا نہیں بلکہ کوئی انجان نمبر تھا۔ عابی نے سیل فون

میز پر رکھ دیا۔

''پتہ نہیں کس نے میری زندگی میں زہر گھولنے کی کوشش کی ہے؟'' عابی نے خود کلامی کی۔ وہ چند لمحے سیل فون کو دیکھتی رہی پھر اس نے اسے میز پر رکھا اور واش روم میں چلی گئی۔ منہ پر پانی کے چھپاکے مارنے کے بعد وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب امی اسے دوپہر کے کھانے کے لئے بلانے آئیں تو اس کی بھوک ختم ہو چکی تھی۔

''آؤ بیٹا۔ کھانا کھالو۔''

''امی۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''ارے کیسے بھوک نہیں ہے۔ آؤ۔ خود کو بھوکا رکھ کر کیوں بیمار ہونا چاہتی ہو۔ آؤ شاباش۔'' امی نے مصنوعی غصے سے کہا۔

''اچھا امی۔ آپ چلیں میں آتی ہوں۔'' عابی نے کہا تو امی مسکراتی ہوئی چلی گئیں۔ عامی خود کو خوش قسمت سمجھتی تھی کہ اس کی ساس کا رویہ اس کے ساتھ بے حد اچھا تھا۔ وہ ایک جہاندیدہ عورت تھیں اگر وہ اپنے بیٹے کا ساتھ دیتیں تو عابی کا اس گھر میں رہنا دشوار ہو جاتا لیکن اس کی ساس نے اس کا ہی ساتھ دیا تھا کیونکہ وہ عابی کے کردار بے بخوبی واقف تھیں۔ چونکہ اس کی بھوک ختم ہو چکی تھی اس لئے اس نے صرف چند نوالے ہی زہر مار کئے اور واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔

وارث رات کو دیر سے آیا تھا۔ عابی سسکیاں بھرتے بھرتے سو گئی تھی۔ اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا کیونکہ وارث کی کہی ہوئی بات نے اس کی بھوک مار دی تھی۔ رات کو بھی اس نے امی کے بے حد اصرار پر صرف چند لقمے ہی زہر مار کئے تھے۔ وارث نے بھی اسے منانے اور اس سے معافی مانگنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اپنے کہے پر نادم نہیں تھا۔

پھر صبح ساڑھے چار بجے عابی اٹھ گئی۔ اس نے وضو کیا اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ ناشتہ بنانے کچن میں چلی گئی۔ وارث بھی اٹھ کر تیار ہو گیا تھا۔ جب عابی اسے ناشتہ دینے آئی تو اس نے وارث کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر نہ ہی ندامت کے تاثرات تھے اور نہ ہی اسے اپنے کئے پر شرمندگی محسوس ہو رہی

تھی۔اس نے وارث کے سامنے میز پر ناشتہ رکھا اور کچن میں چلی گئی۔وارث نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ وہ اسے غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

وارث کے آفس چلے جانے کے بعد عابی اپنے کمرے میں آ گئی جبکہ اس کی ساس سبزی لینے بازار چلی گئیں۔وہ روز بازار سے وہی سبزی لینے جاتی تھیں۔

☆.....☆.....☆

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وارث کے رویئے میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی تھی بلکہ اب تو وہ بات بات پر غصے ہو جاتا تھا۔یہاں تک کہ وہ عابی کو مارنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔وہ عابی پر بہتان لگاتا رہتا تھا کہ اس کی اپنے دفتر کے کسی مرد سے دوستی ہے اور وہ چھپ چھپ کر اس سے باتیں کرتی رہتی ہے تو عابی خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتی تھی۔وہ اکثر سوچتی تھی کہ شاید وارث کی زندگی میں کوئی دوسری عورت آ گئی ہے جس کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ نامیانہ رویہ رکھا ہوا ہے۔

وارث اکثر اوقات تو آفس سے آنے کے بعد رات کا کھانا کھا کر دوستوں کے پاس چلا جاتا تھا اور گیارہ، بارہ بجے سے پہلے نہیں آتا تھا۔ایک دن عابی نے سوچ لیا کہ وہ آج وارث سے بات کرے گی کہ وہ آخر کیا چاہتا ہے۔وہ اگر اس کے ساتھ خوش نہیں ہے تو وہ اس کا فیصلہ کرے۔وہ یوں گھٹ گھٹ کر جینا مرنا نہیں چاہتی تھی۔ چنانچہ اس رات وارث گھر آیا تو عابی نے اس سے بات کی۔

''وارث۔مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔''

''مجھے بہت نیند آ رہی ہے اس لئے میں اب کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔'' وارث نے رکھائی سے جواب دیا۔

''لیکن آپ کو میری بات سننا ہوگی۔'' عابی نے ضد بھرے لہجے میں کہا تو وارث نے گھور کر اسے دیکھا۔

''یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو۔ایک بار کہہ دیا ہے تو کہہ دیا ہے۔'' وارث نے سخت لہجے میں کہا۔''میں سو رہا ہوں۔''

پھر وہ کروٹ بدل کر سونے لگا۔

''آپ کو میری بات سننا ہوگی۔'' عابی نے بدستور ضدی لہجے میں کہا لیکن وارث نے اس کی بات کا کوئی

جواب نہ دیا۔

''وارث.....'' عابی نے اسے آواز دی لیکن وارث بدستور کروٹ بدلے رہا۔

''وارث.....آخر آپ نے میرے ساتھ ایسا رویہ کیوں رکھا ہوا ہے۔'' عابی نے روہانسے لہجے میں کہا۔ ''میرا قصور کیا ہے؟''

''قصور۔'' وارث نے کروٹ بدلی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ''قصور تمہارا نہیں میرا ہے جو میں نے تم سے شادی کی ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہاری تمہارے آفس میں کسی سے دوستی ہے تو میں تم سے ہرگز شادی نہیں کرتا۔ مجھے یقین ہے اب بھی تم اپنے دوست سے چھپ چھپ کر باتیں کرتی ہوگی۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' عابی پھٹ پڑی۔ ''آپ کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔''

''مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔'' وارث نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''اس دن میں خود فون نہ سنتا تو مجھے پتہ ہی نہ چلتا۔''

عابی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ وارث اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ وارث اس حد تک گھٹیا پن دکھائے گا۔

''آپ کو اپنی بیوی پر بہتان لگاتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔'' عابی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''ایک فون کال پر آپ نے یہ سمجھ لیا کہ وہ کوئی میرا آشنا ہے۔ میں ہر چیز برداشت کر سکتی ہوں لیکن میں اپنی توہین اور بہتان برداشت نہیں کر سکتی۔ میری نہ کسی سے دوستی تھی اور نہ ہے۔''

''بکواس بند کرو ورنہ ابھی مار مار کر کھال ادھیڑ دوں گا۔'' وارث نے بھی غصیلے لہجے میں کہا۔

''ماریں۔ جتنا دل چاہیں ماریں۔ آخر کب تک میں آپ کی الزام تراشیاں برداشت کرتی رہوں۔ کب تک۔'' عابی نے بھی تیز لہجے میں جواب دیا۔ ''آپ کا جب جو دل چاہتا ہے مجھ پر الزام لگا دیتے ہیں۔ آخر کیوں۔ کبھی میں نے بھی آپ سے پوچھا ہے کہ آپ کو کس کے فون آتے ہیں۔ آپ کس سے بات کرتے ہیں۔ کہاں اٹھتے بیٹھتے ہیں۔'' عابی پھٹ پڑی تھی کیونکہ اب اس کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔

''بکواس بند کرتی ہو یا نہیں۔'' وارث سیخ پا ہو گیا۔ ''اور یہ تم کیا کہہ رہی ہو، کس کے فون آتے ہیں مجھے۔ بولو۔ کس کے فون آتے ہیں۔''

وارث نے اس کے سر کے بال پکڑ لئے تو عابی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

''میرے بال چھوڑیں۔'' عابی نے اپنے سر کے بال چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''میری جاسوسی کرتی ہو۔ تمہاری اتنی ہمت۔'' وارث نے چیختے ہوئے کہا اور اس نے عابی کے چہرے پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ اسی لمحے شور کی آواز سن کر وارث کی امی دوڑتی ہوئی کمرے میں آئیں اور انہوں نے عابی کو وارث کے چنگل سے چھڑایا۔ عابی ہچکیاں لے کر رو رہی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور سر کے بال کھچڑی بنے ہوئے تھے۔

''وارث۔ تم دن بہ دن جانور بنتے جا رہے ہو۔ کیوں معصوم پر تشدد کر رہے ہو۔'' وارث کی امی نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''امی۔ یہ بہت زبان دراز ہوتی جا رہی ہے۔'' وارث نے کہا۔ ''اب تو مجھ پر الزامات لگانے شروع کر دیئے ہیں۔ کہتی ہے میں کسی لڑکی سے فون پر بات کرتا ہوں۔''

''ٹھیک ہی تو کہتی ہے۔'' امی نے کہا۔ ''تم نے بھی تو اس معصوم پر الزام لگایا ہے۔ اگر اس نے کہہ دیا ہے تو آپے سے باہر کیوں ہوتے ہو۔''

وارث، عابی کو گھور کر رہ گیا۔

''امی۔ آپ صرف اسی کی سائیڈ لیا کریں۔ میں آپ کا کچھ نہیں لگتا۔'' وارث نے کہا۔

''میں بھی کافی دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں کہ آج کل تمہیں بہت زیادہ فون آنے لگ گئے ہیں اور تم رات دیر تک باہر رہنے لگ گئے ہو۔'' امی نے کہا۔

''امی آپ بھی مجھ پر الزام لگانا شروع کر دیں۔'' وارث نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ''صرف آپ کی کسر باقی رہ گئی ہے۔'' پھر وہ کروٹ بدل کر لیٹ گیا جبکہ عابی سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ اس کی ساس اسے تسلیاں دے رہی تھی۔

''چپ کر جاؤ بیٹی۔ یہ انسان سے جانور بنتا جا رہا ہے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میں اس کے ساتھ کیسا سلوک کروں۔'' امی نے عابی کے رخساروں کو تھپتھپاتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

اسی لمحے وارث کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وارث نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے اپنے سیل فون کو اٹھا کر دیکھا۔ وہ چند لمحے سیل فون کی سکرین کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے اٹھ کر چپل پہنی اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ عابی مسلسل رو رہی تھی۔

''چپ کرو میری بیٹی، چپ کر جاؤ۔ رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ دن بہ دن وارث کو کیا ہوتا جا رہا ہے۔ میرا خیال تھا کہ شادی کے بعد یہ ٹھیک ہو جائے گا مگر۔'' امی نے عابی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''امی۔ میں کیا کروں۔'' عابی نے روتے ہوئے کہا۔ ''مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا اب۔ یہ روز مجھے طعنے دیتے ہیں اور مجھ پر الزام تراشی کرتے رہتے ہیں۔''

''صبر کرو بیٹی، صبر کرو۔'' امی نے اسے دلاسہ دیا۔ ''اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں اسے پھر سمجھانے کی کوشش کروں گی۔''

عابی خاموش ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

عابی امید سے ہو گئی تھی۔ اس نے اس بارے میں امی کو تو بتا دیا تھا لیکن اس نے وارث کو اس بارے میں نہیں بتایا تھا۔ امی نے کہا تھا کہ وہ وارث کو اچانک بتائے گی تو ہو سکتا ہے وہ خوش ہو جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باپ بننے کی خوشی میں اس کا رویہ بدل جائے۔

''عابی بیٹی۔ مجھے امید ہے وارث جب یہ خوشخبری سنے گا تو وہ بہت خوش ہوگا۔'' وارث کی امی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی۔'' عابی نے سر جھکا کر کہا۔ ''انشاءاللہ۔''

اُس دن عابی سارا دن گھر کے کام کاج میں مصروف رہی۔ جب وارث کے آفس سے آنے کا وقت ہوا تو وہ تیار ہو کر اس کا بے چینی سے انتظار کرنے لگی۔ وارث شام چھ بجے ہی گھر آتا تھا اور اس دن بھی حسب معمول وہ چھ بجے ہی گھر آیا تھا۔ اس نے عابی پر سرسری نظر ڈالی تھی پھر وہ لباس چینج کرنے باتھ روم میں چلا گیا تھا۔ تھوڑی

دیر کے بعد وہ باہر نکلا تو اس نے لباس بدل لیا تھا۔ اس نے منہ ہاتھ دھو لئے تھے اور سر کے بال بھی ترتیب سے سیٹ کر لئے تھے۔ پھر وہ باہر جانے لگا تو عابی نے آہستہ آواز میں کہا۔

"سنیں....."

وارث کے دروازے کی طرف بڑھتے قدم رک گئے اور وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں بولو..... کیا بات ہے؟" وارث نے روکھے لہجے میں پوچھا۔ "کیوں روکا ہے تم نے مجھے۔"

"آج آپ میرے ساتھ بیٹھ کر چائے پئیں۔" عابی نے کہا۔

"کیوں؟" وارث نے بدستور اسی لہجے میں کہا۔

"آپ سے ایک بات کرنی تھی....." عابی نے کہا۔

"ہاں بولو۔ کیا بات کرنی ہے؟" وارث نے کہا

"وہ..... وہ..... میں..... میں۔" عابی کہتے کہتے رک گئی۔ فطری شرم و حیا عود آئی تھی۔ اس کی نظریں بدستور جھکی ہوئی تھیں۔

"جلدی بتاؤ..... میرے پاس وقت نہیں ہے۔" وارث نے بے زاری سے کہا۔ "میرے دوست میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

عابی نے نظریں اٹھا کر وارث کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ گلابی ہو رہا تھا۔

"میں آپ کو دراصل یہ بتانا چاہتی تھی کہ میں..... میں..... آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔" عابی نے بالآخر جھجکتے ہوئے کہہ دیا اور اپنی نظریں جھکا لیں۔ اس کا خیال تھا کہ وارث یہ بات سن کر خوش ہوگا لیکن عابی نے چور نظروں سے دیکھا تو اس کا دل ٹوٹ کر رہ گیا۔ وارث کے چہرے پر ذرا بھی خوشی کے تاثرات نہیں تھے۔

"پھر..... میں کیا کروں؟" وارث نے رکھائی سے کہا۔

"جی..... جی۔" عابی گڑبڑا گئی۔ اس سے کوئی جواب نہیں بن پایا تھا۔ "کیا آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟"

"فضول میں میرا وقت برباد کیا ہے۔" وارث نے سر جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر وہ مڑ کر کمرے سے باہر جانے لگا۔

"وارث..... میری بات تو سنیں۔" عابی نے اسے پکارا۔ لیکن وارث نے کوئی جواب نہ دیا اور کمرے سے

باہر نکل گیا جبکہ عابی دروازے کو تکتی رہ گئی۔ اس کے دل کو ایک ٹھیس سی لگی تھی۔ اس کی امیدیں ٹوٹ گئی تھیں۔ اس کا خیال رد ہو گیا تھا کہ وارث باپ بننے کا سن کر خوش ہو گا۔ اسے ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ وہ کرسی پر ڈھیر ہو گئی اور وارث کے رویئے کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس نے جب اپنی ساس کو بتایا تو انہیں بھی حیرت ہوئی تاہم انہوں نے عابی کو تسلی دی۔

''اللہ اسے سیدھی راہ دکھائے۔'' انہوں نے وارث کو دعا دی۔

ایک دن عابی، وارث کو ناشتہ دینے بیٹھک میں آئی تو وارث واش روم میں تھا جبکہ اس کا سیل فون ٹیبل پر ہی پڑا ہوا تھا۔ عابی نے ٹرے میز پر رکھی اور جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ اسی لمحے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عابی رک گئی اور اس نے وارث کا سیل فون اٹھا کر دیکھا تو سکرین پر نازش نام ڈسپلے ہو رہا تھا۔ عابی بے اختیار چونک پڑی اور اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''نازش۔ یہ کون ہے؟'' عابی نے خود کلامی کے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے یس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا لیکن وہ بولی کچھ نہیں۔

''ہیلو وارث۔ کیا ابھی تک سو رہے ہو؟'' دوسری طرف سے ایک لڑکی کی آواز سنائی دی تو عابی کو ایک جھٹکا لگا اور اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہوا۔ اسے اپنا وجود پتھر کے مجسمے کی طرح بے جان محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سکتے کی سی حالت میں کھڑی تھی۔

''ہیلو وارث۔ تم جواب کیوں نہیں دے رہے۔ کیا ابھی تک سو رہے ہو؟''

لڑکی کی آواز پھر سنائی دی لیکن عابی کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اسے آواز کسی کنویں سے سنائی دی ہو۔ اس کے چہرے پر غیر معمولی سناٹا سا پھیل گیا تھا۔

''وارث..... وارث..... لگتا ہے بڑی گہری نیند سو رہے ہو'' لڑکی کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ پھر تھوڑی دیر توقف کے بعد لڑکی کی آواز آئی۔ ''اچھا سنو۔ دفتر جاتے وقت میرے پاس سے ہوتے جانا۔ امی تم سے ملنا چاہتی ہیں۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ گڈ بائے۔''

اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا لیکن عابی کی حالت دیدنی تھی۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا

تھا۔اسے اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا۔اسے اب ساری بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ وارث کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک کیوں نہیں تھا۔وہ دوسری عورت کے چکر میں اسے برا بھلا کہتا تھا اور اسے مارتا پیٹتا تھا۔اچانک اسے واش روم کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو اس نے سیل فون واپس میز پر رکھ دیا۔اسی لمحے واش روم کا دروازہ کھلا اور وارث باہر نکلا۔اس نے جب عابی کو دیکھا تو اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''اس نے درشت لہجے میں پوچھا۔

''نن۔نن۔ناشتہ دینے آئی تھی۔''عابی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔اب تم جاؤ۔''وارث نے کہا تو عابی کمرے سے باہر نکل کر کچن میں آ گئی۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وارث شادی شدہ ہونے کے باوجود کسی دوسری عورت کے چکر میں پڑا ہوگا۔عابی نے اس بارے میں اپنی ساس سے کوئی ذکر نہیں کیا لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس عورت کے سیل فون کا نمبر نوٹ کر کے اس سے ضرور بات کرے گی کہ وہ عورت ہو کر اس کا گھر توڑنے پر کیوں مصر ہے۔وہ کیوں اس کے شوہر کے پیچھے پڑی ہے۔

اب وہ اس ٹوہ میں لگی رہتی تھی کہ وارث کہیں ادھر ادھر ہو تو وہ اس کے سیل فون سے نازش کا نمبر نکال لے لیکن وارث سیل فون ہر وقت اپنی جیب میں رکھتا تھا۔یہاں تک کہ جب وہ رات کو سوتا تھا تو وہ فون اپنے تکیے کے نیچے رکھتا تھا۔اسے جب بھی فون آتا تو وہ گھر سے باہر نکل جاتا تھا۔اس نے نازش سے اس کے سامنے کبھی بات نہیں کی تھی۔

اس دن اتوار تھا اور وارث ناشتہ کرنے کے بعد تیار ہو رہا تھا۔عابی نے اس سے پوچھا۔

''کیا آپ کہیں جا رہے ہیں؟''

''ہاں۔تم کیوں پوچھ رہی ہو؟''وارث نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔

''کیا میں آپ سے نہیں پوچھ سکتی؟''عابی نے کہا۔

''پوچھنا ضروری نہیں ہے۔''وارث نے اسی لہجے میں کہا۔

''میں آپ کی بیوی ہوں اور آپ سے پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کہاں جاتے ہیں اور کس سے ملتے ہیں''۔عابی

نے کہا تو وارث نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''بیوی ہو تو صرف بیوی ہی بن کر رہو میری مالک نہ بنو۔'' وارث نے کہا۔ ''میں کہاں جاتا ہوں، کس سے ملتا ہوں اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔ سمجھی۔''

''کیوں سروکار نہیں ہونا چاہئے۔'' عابی نے کہا۔ ''آپ سے پوچھنے کا مجھے پورا پورا حق ہے۔''

''جہنم میں جا رہا ہوں۔ ساتھ چلو گی۔'' وارث نے بھنا کر کہا۔

''ہاں میں آپ کے ساتھ جہنم میں بھی چلوں گی۔'' عابی نے تڑ سے جواب دیا تو وارث نے اسے گھورا۔

''اب خاموش ہو جاؤ۔'' وارث نے تیکھے لہجے میں کہا۔

''کیوں خاموش ہو جاؤں۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔'' عابی نے ضد بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔'' وارث نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر برش سے اپنے بال سنوارتے ہوئے کہا۔

''مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جا سکتے۔'' عابی بھی اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔

''نہیں لے جا سکتا تو نہیں لے جا سکتا اس میں بحث کرنے والی کون سی بات ہے۔'' وارث نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ ''اور سنو، اب خاموش ہو جاؤ۔''

''کیوں خاموش ہو جاؤں۔'' عابی نے احتجاج کیا۔ ''آخر مجھے بھی پتہ چلے کہ آپ روز روز کہاں جاتے ہیں، کس سے ملتے ہیں۔''

''تم خاموش ہوتی ہو یا نہیں۔'' وارث نے غصے سے کہا۔ ''ورنہ مار مار کر حلیہ بگاڑ دوں گا۔''

''آپ اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتے ہیں۔'' عابی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''عورتوں پر ہاتھ اٹھانا، انہیں اپنے پاؤں کی جوتی سمجھنا تو آپ مردوں کا وطیرہ ہے۔ ایک عورت آپ کے پاؤں کی جوتی ہوتی ہے تو دوسری عورت آپ کے دل کی کنیز۔''

اس کی بات سن کر وارث نے بے اختیار چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟'' وارث نے کہا۔

''میں جانتی ہوں آپ کسی لڑکی سے ملنے جارہے ہیں۔'' عابی نے کہا تو وارث کی آنکھوں میں چنگاریاں سے سلگ اٹھیں۔ چہرہ پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہوگیا۔ اس نے برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور عابی کے قریب آکر کھڑا ہوگیا۔ اس کے چہرے پر تذبذب کے تاثرات ابھرے ہوئے تھے جنہیں وہ چھپانے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔

''کیا مطلب۔ کیا بکواس کررہی ہو۔'' وارث نے غصے سے کہا۔ ''مجھ پر الزام لگارہی ہو۔''

''الزام نہیں لگارہی۔'' عابی نے کہا۔

''الزام لگا بھی رہی ہو اور کہتی ہو الزام نہیں ہے۔'' وارث نے کہا۔

''تو پھر آپ بتائیں آج اتوار کو آپ اتنے سج سنور کر کہاں جارہے ہیں۔'' عابی نے کہا۔

''ایک دوست سے ملنے جارہا ہوں۔'' وارث نے کہا۔

''دوست یا لڑکی سے۔''

''پھر وہی بکواس۔'' وارث نے مشتعل ہوکر کہا۔ ''اپنی زبان کو لگام دو۔''

''مرد اس وقت مشتعل ہوتا ہے جب اس کے دل میں چور ہوتا ہے۔ آپ میرے ساتھ ناانصافی کررہے ہیں۔ میں جاہل نہیں ہوں سب سمجھتی ہوں۔ جو وقت آپ کو میرے ساتھ گزارنا چاہئے آپ وہ وقت کسی اور کو دے رہے ہیں۔''

عابی کی بات پر وارث مشتعل تو بہت ہوا تھا لیکن اس نے خود پر قابو پالیا تھا۔

''ٹھیک ہے اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں کسی لڑکی سے ملنے جارہا ہوں تو سمجھتی رہو میری بلا سے۔''

اتنا کہہ کر وارث کمرے سے نکل گیا تو عابی دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔ عابی کی حالت ایسی تھی کہ وہ وارث کا تعاقب نہیں کرسکتی تھی ورنہ اس کا ارادہ تھا کہ اسے کسی لڑکی سے ڈیٹنگ مارتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑے۔ اور جس عورت کے ساتھ وہ ڈیٹنگ کررہا ہو اسے وہ خوب کھری کھری سنائے۔ وہ انہی خیالات میں گم صم کھڑی رہی۔

''عابی بیٹی۔ وارث کہاں گیا ہے۔'' اسی لمحے عابی کی ساس نے کمرے میں داخل ہوکر پوچھا۔

''پتہ نہیں امی۔ مجھے نہیں بتایا۔'' عابی نے جواب دیا

''مجھے تو اس کی سمجھ ہی نہیں آ رہی۔'' عابی کی ساس نے کہا۔ ''آج کل یہ زیادہ دیر تک گھر سے باہر رہنے لگ گیا ہے۔''

لیکن عابی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر عابی کی ساس کمرے سے چلی گئیں تو عابی گھر کے کاموں میں مصروف ہوگئی۔

☆.....☆.....☆

وارث کا عابی سے رویہ پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اگر عابی کو ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کے لئے جانا ہوتا تو وہ اسے نہیں لے جاتا تھا بلکہ عابی اپنی ساس کے ساتھ چلی جاتی تھی۔ وارث نے اب راتوں کو گھر آنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ جب اس کا دل چاہتا وہ گھر آ جاتا ورنہ وہ ساری ساری رات گھر سے باہر رہتا اور شام کو دفتر سے گھر آتا تھا۔ عابی کی ساس وارث کو سمجھاتی تھیں لیکن وارث اپنی ماں کی بات پر بھی توجہ نہیں دیتا تھا۔ عابی کی شادی کو سات مہینے ہو گئے تھے۔ شادی کے تین مہینے سکھ سے گزارنے کے بعد سے وہ اب تک سخت اذیت میں مبتلا تھی۔ وہ وارث کے رویئے پر روتی رہتی تھی اور اللہ سے پوچھتی رہتی تھی کہ آخر اس سے کیا قصور ہوا ہے جس کی وجہ سے وارث اس سے بددل ہوتا جا رہا ہے۔ وہ اس پر بالکل بھی توجہ نہیں دیتا تھا اور نہ ہی سیدھے منہ بات کرتا تھا۔ اگر وہ گھر پر ہوتا تو وہ اپنے کمرے کی بجائے بیٹھک میں چلا جاتا اور وہیں رہتا۔ عابی نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ کسی طرح اس کے ہاتھ نازش نامی لڑکی کا فون نمبر لگ جائے پھر وہ اسے خوب کھری کھری سنائے گی۔ وہ اس سے پوچھے گی کہ وہ عورت ہوتے ہوئے دوسری عورت کا گھر کیوں برباد کرنا چاہتی ہے۔ اب اسے خیال آیا تھا کہ بڑے سچ ہی کہتے ہیں کہ عورت ہی عورت کی دشمن ہے اور وہ دوسری عورت کو کسی طور خوشحال نہیں دیکھنا چاہتی۔

سوموار کو شام کو اس کا بھائی شہباز آیا تو وہ اپنے بھائی کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی۔

''شہباز۔ آج کیسے ادھر آ گئے۔''

''باجی۔ یہاں سے گزر رہا تھا کہ میں نے سوچا کہ آپ سے ملتا چلوں۔'' شہباز نے جواب دیا۔ ''آپ کو کچھ بتانا بھی تھا۔''

''کیا؟'' عابی بے اختیار چونک پڑی۔ ''کیا بتانا چاہتے ہو؟''

''باجی۔ میں نے بہت سوچا ہے کہ مجھے آپ کو بتانا چاہیے بھی یا نہیں۔'' شہباز نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''کافی سوچ وبچار کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ میں آپ کو بتادوں تاکہ آپ کو ہر بات کی خبر ہونی چاہیے۔''

''تم سسپنس کیوں پیدا کر رہے ہو۔ بتاؤ کیا بتانا چاہتے ہو؟'' عابی نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

''باجی۔ وہ۔ وہ آج میں نے بھائی جان کو کسی لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا۔'' شہباز نے جھجکتے ہوئے کہا تو عابی بے اختیار چونک پڑی۔

''اوہ۔ کب، کہاں؟'' عابی نے کہا۔

''ایک گھنٹہ پہلے۔'' شہباز نے بتایا۔ ''وہ دونوں ایک آئسکریم والی شاپ میں بیٹھے تھے۔ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ وہاں گیا تھا تو میری نظر ان پر پڑ گئی تھی۔''

''وارث نے تو تمہیں نہیں دیکھا تھا؟'' عابی نے جلدی سے پوچھا۔

''نہیں۔'' شہباز نے انکار میں سر ہلا دیا۔

''مجھے پہلے ہی وارث پر شک تھا۔'' عابی نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب باجی؟'' شہباز نے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ سنو شہباز۔ تم اس بات کا ذکر امی یا ابو سے نہ کرنا۔'' عابی نے کہا۔ ''وہ خواہ مخواہ پریشان ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے باجی، میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ کیا آپ اس لڑکی کو جانتی ہیں؟'' شہباز نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں اس لڑکی کو نہیں جانتی۔'' عابی نے انکار میں سر ہلایا۔

''اچھا باجی۔ اب میں چلتا ہوں۔'' شہباز نے کہا۔

''بیٹھو تو سہی۔ میں نے تم سے کھانے پینے کا کچھ پوچھا بھی نہیں۔'' عابی نے کہا۔

''کوئی بات نہیں باجی۔'' شہباز نے کہا۔ ''پھر کبھی سہی۔''

''اچھا چلو ٹھیک ہے۔'' عابی نے مسکراتے ہوئے کہا تو شہباز اٹھ کر کھڑا اور سلام کر کے جانے لگا تو عابی نے

کسی خیال کے تحت اسے آواز دی۔ ''شہباز۔''

شہباز رک گیا۔ ''جی باجی۔''

''کیا تم میرا ایک اور کام کر سکتے ہو۔'' عابی نے کہا۔

''جی بتائیں؟'' شہباز نے کہا اور عابی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

''تم وارث پر نظر رکھ سکتے ہو۔'' عابی نے کہا۔

''کیا مطلب باجی۔'' شہباز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''میں سمجھا نہیں۔''

''شہباز۔ دیکھو تم میرے بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ میرے ایک اچھے دوست بھی ہو۔'' عابی نے کہا۔ ''اس لئے میں تم سے کوئی بات نہیں چھپانا چاہتی لیکن تم وعدہ کرو کہ تم امی یا ابو سے کوئی بات نہیں کرو گے ورنہ وہ پریشان ہوں گے۔''

''باجی۔ میں نے آپ سے کہا تو ہے کہ میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔'' شہباز نے کہا۔

''گڈ۔ وارث آج کل گھر سے غائب رہنے لگے ہیں۔ ان کا رویہ مجھ سے بھی صحیح نہیں ہے۔'' عابی نے کہا۔ ''تم ان پر نظر رکھو اور چیک کرو کہ وہ کہاں جاتے ہیں، کس سے ملتے ہیں اور انہیں جس لڑکی کے ساتھ تم نے دیکھا تھا اس سے ان کا کیا رشتہ ہے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ اگر آئندہ تمہیں وارث کسی لڑکی کے ساتھ دکھائی دے تو تم ان کی موبائل کیمرے سے تصویر بنا لینا۔''

''ٹھیک ہے باجی۔ میں کوشش کرتا ہوں۔'' شہباز نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔ ''میں معلوم کرتا ہوں کہ وہ لڑکی کون ہے اور اس کا وارث بھائی سے کیا رشتہ ہے۔''

''جتنی جلدی معلوم ہو سکے۔ مجھے بتاؤ۔'' عابی نے کہا۔ ''میں وارث کی وجہ سے بے حد پریشان ہوں۔''

''ٹھیک ہے باجی۔'' شہباز نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر وہ عابی کو سلام کر کے جانے ہی لگا تھا کہ اسی لمحے وارث اندر آ گیا۔ وارث کو دیکھ کر شہباز نے سلام کیا لیکن وارث نے اس کے سلام کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ وہ واش روم میں چلا گیا۔ شہباز نے پہلے بہن کی طرف دیکھا پھر اس نے کندھے اچکائے اور وہاں سے چلا گیا۔ وارث گزشتہ رات نہیں آیا تھا۔ وہ اب شام کو ہی گھر آیا تھا۔ اس نے عابی سے بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وارث واش روم سے باہر آ گیا۔

''تمہارا بھائی کیوں آیا تھا؟'' وارث نے عابی سے پوچھا۔

''ویسے ہی ملنے آیا تھا۔'' عابی نے جواب دیا۔

''مجھے لگتا ہے تمہیں کوئی خاص بات بتانے آیا تھا وہ۔'' وارث نے کہا تو عابی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کے دل میں واہمہ ابھرا کہ کہیں وارث نے شہباز کو آئسکریم شاپ پر دیکھ تو نہیں لیا تھا۔

''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' عابی نے کہا۔ ''یہ آپ کا واہمہ ہے۔''

''ٹھیک ہے مان لیتا ہوں۔'' وارث نے کہا۔ ''ایک کپ چائے بنا دو۔''

عابی نے محسوس کیا تھا کہ وارث کی نظریں اس کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات کا بغور جائزہ لے رہی تھیں لیکن عابی نے خود کو نارمل رکھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسا کوئی تاثر نہیں تھا جس سے وارث کسی شک میں مبتلا ہوتا۔

''جی اچھا۔'' عابی نے جواب دیا اور پھر وہ کچن میں چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

دو دن سے عابی کی طبیعت خراب تھی۔ نزلہ زکام، کھانسی اور گلے میں درد تھا جو جانے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ گھر کے کام کاج بھی اس سے ٹھیک طرح سے نہیں ہو پائے تھے اس لئے اس کی ساس نے اس کی مدد کی تھی اور اسے آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ عابی اس وقت اپنے بستر پر لیٹی آرام کر رہی تھی۔ شام کا وقت تھا کہ اس کا شوہر وارث آ گیا۔

''مجھے چائے بنا دو۔'' وارث نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''وارث۔ میری طبیعت خراب ہے۔ آپ خود چائے بنا لیں۔'' عابی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو وارث نے گھور کر اسے دیکھا۔

''کیا ہوا ہے تمہاری طبیعت کو۔ صرف نزلہ اور زکام ہی ہے نا۔ بیمار تو نہیں ہو۔ اٹھو۔ مجھے چائے بنا دو۔'' وارث نے تند لہجے میں کہا تو عابی دل مسوس کر رہ گئی اور سوچنے لگی کہ وارث کتنا ظالم انسان ہے۔ اس نے اس

سے اس کی خیریت تک دریافت نہیں کی الٹا چائے بنانے کا حکم دے دیا۔ عابی جانتی تھی کہ اگر اس نے وارث سے بحث کی تو وہ ہتھے سے اکھڑ جائے گا اس لئے وہ آہستہ آہستہ بستر سے نکلی اور دھیرے دھیرے چلتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے الماری سے کیتلی نکال کر اس میں پانی اور پتی ڈالی اور چولہے پر رکھ دی۔ چونکہ اس کی طبیعت خراب تھی اور اس سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا اس لئے وہ ایک کرسی بیٹھ گئی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وارث کچن میں آ گیا۔ اس کے ماتھے پر شکنیں اور چہرے پر غصے کے تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔ اسے برافروختہ دیکھ کر عابی گھبرا گئی۔

''کیا چائے بنا رہی ہو یا پائے پکا رہی ہو۔'' وارث نے غصے سے کہا۔

''چائے بن رہی ہے۔ آپ تھوڑا سا انتظار کر لیں۔'' عابی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اٹھ کر چولہے کے پاس پہنچ گئی۔

''ہٹو یہاں سے۔ میں خود بنا لیتا ہوں۔ تم سے کوئی کام نہیں ہوتا۔'' وارث نے اسے ایک طرف کرتے ہوئے کہا اور عابی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے بڑی بے دردی سے اسے ایک سائیڈ پر کیا تھا۔ عابی دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی اور روہانسی نظروں سے وارث کی طرف دیکھتی رہی گئی لیکن وارث نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ وارث نے اپنے لئے چائے بنائی اور کپ اٹھا کر بیٹھک میں چلا گیا۔ عابی جانتی تھی کہ وارث کا رویہ اس دوسری عورت کی وجہ سے اس سے خراب تھا جو وارث کی دوست تھی یا نجانے اس سے اس کا کیا رشتہ تھا۔ عابی کے دل میں غم و غصے کی لہریں اٹھ رہی تھیں لیکن وہ مجبور تھی۔ وہ چند لمحے کچن میں موجود رہی پھر وہ اٹھی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کچن سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ کمرے کی طرف جاتے ہوئے اسے بیٹھک سے ٹی وی کی آواز سنائی دی۔ شاید وارث ٹی وی پر میچ دیکھنے میں مصروف تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اچانک عابی کی نظر میز پر پڑے وارث کے سیل فون پر پڑی تو وہ بے اختیار چونک پڑی۔ عابی کے ذہن میں فوراً یہ خیال آیا کہ وہ وارث کے سیل فون سے نازش کا نمبر نوٹ کر لے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ وارث اپنا سیل فون میز پر رکھ کر بھول گیا تھا۔ اس نے کمرے سے نکل کر بیٹھک کے دروازے کی طرف دیکھا تو وارث بدستور بیٹھک میں موجود تھا۔ عابی نے کانپتے ہاتھوں سے وارث کا سیل فون اٹھایا اور اسے آن کر کے نازش کا نام تلاش کرنے لگی۔ اس دوران وہ بار

بار دروازے کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ اگر وارث اچانک کمرے میں آ گیا اور اپنا سیل فون اس کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو وہ بہت سیخ پا ہو گا۔ جلد ہی عابی کو نازش کا نمبر مل گیا۔ اس نے وہ نمبر ذہن نشین کرنا شروع کر دیا۔ نمبر ذہن نشین کرنے کے بعد اس نے سیل فون آف کر کے واپس میز پر رکھ کر الماری کی طرف بڑھ گئی۔ ابھی وہ الماری کے قریب پہنچی ہی تھی کہ اسی لمحے وارث اندر داخل ہوا۔ اس نے اچٹتی نظر عابی پر ڈالی اور پھر اپنا سیل فون اٹھا کر کمرے سے چلا گیا۔ وارث کو دیکھ کر عابی گھبرا تو گئی تھی لیکن اس نے اپنے حواس قابو میں رکھے تھے۔ اس نے الماری کھول کر کپڑے ترتیب سے رکھنے شروع کر دیئے۔ اس کا حافظہ بے حد تیز تھا اس لئے اس نازش کا نمبر یاد تھا۔ وارث چائے پینے کے بعد گھر سے باہر چلا گیا جبکہ عابی اپنی ساس کے ساتھ مل کر رات کا کھانا تیار کرنے لگی۔ وہ دل ہی دل میں بے حد خوش تھی کہ اسے نازش کا نمبر مل گیا تھا۔ اب وہ اسے اچھی خاصی سنائے گی۔ وہ اس سے پوچھے گی کہ اس کا وارث کے ساتھ کیا رشتہ ہے۔ وہ اسے بتائے گی کہ وہ بھی ایک عورت ہے اور عورت ہو کر دوسری عورت کا گھر تباہ کرنے پر کیوں تلی ہوئی ہے

وارث کی واپسی رات گیارہ بجے ہوئی تھی۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد وہ سونے کے لئے لیٹ گیا۔

''کھانا لے آؤں؟'' عابی نے پوچھا۔

''نہیں..... میں نے دوستوں کے ساتھ کھا لیا تھا۔'' وارث نے جواب دیا پھر اس نے کروٹ بدل لی۔

''آپ سے بات کرنی ہے۔''

''اب کیا بات کرنی ہے؟'' وارث نے ناگواری سے پوچھا۔ ''جلدی بولو مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''میں امی کے ہاں جانا چاہتی ہوں۔'' عابی نے کہا۔

''تو ہو آؤ۔'' وارث نے اجازت دے دی۔

''ٹھیک ہے۔ آپ صبح آفس جاتے ہوئے مجھے چھوڑتے جایئے گا۔'' عابی نے ڈرتے ڈرتے کہا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وارث کا رویہ کس وقت بدل جائے کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔

''اچھا۔ چھوڑتا جاؤں گا۔ اب مجھے سونے دو۔'' وارث نے جواب دیا تو عابی دل ہی دل میں حیران رہ گئی۔ اسے ہرگز توقع نہیں تھی کہ وارث اس کی بات یوں مان جائے گا۔ پھر وہ بھی اپنی جگہ پر سو گئی۔

صبح وارث نے آفس جاتے ہوئے عابی کو موٹر سائیکل پر بٹھائے اس کے گھر کی طرف بڑھ گیا۔ عابی کا گھر اس کے آفس کے راستے میں آتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وارث، عابی کے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا تو عابی موٹر سائیکل سے اتر آئی۔

''امی، ابو سے نہیں ملیں گے؟'' عابی نے استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

''نہیں۔ مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے۔ پھر کبھی مل لوں گا۔'' وارث نے جواب دیا اور پھر اس نے موٹر سائیکل آگے بڑھا دی۔ عابی چند لمحے کھڑی وارث کو دیکھتی رہی پھر وہ اپنے گھر کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے دروازے پر دستک دی چند لمحوں کے بعد عابی کی امی کی آواز سنائی دی۔

''کون ہے.....؟''

''امی، میں ہوں عابدہ.....''

عابی نے جواب دیا تو جھٹ سے دروازہ کھل گیا۔ عابی کو دیکھ کر اس کی امی کھل اٹھیں۔

''السلام علیکم امی۔'' عابی نے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' امی نے خوشدلی سے جواب دیا۔ ''آؤ، اندر آؤ۔''

عابی اندر داخل ہوگئی۔ صحن میں اس کی دادی بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی عابی کو دیکھ کر خوش ہوگئیں۔ عابی نے انہیں بھی سلام کیا تو انہوں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ عابی ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

''کیسی ہو عابی۔ میں تمہیں روز یاد کرتی ہوں۔'' دادی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں ٹھیک ہوں دادو۔ آپ کیسی ہیں؟'' عابی نے کہا۔

''بس زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں۔'' دادی جان نے کہا۔

''اللہ آپ کا سایہ ہم پر ہمیشہ رکھے۔'' عابی نے دعا کی۔

''آمین۔'' عابی کی امی نے کہا۔ ''کیا اکیلی آئی ہو عابی؟''

''نہیں امی، وارث کے ساتھ آئی ہوں۔'' عابی نے کہا۔

''وارث کیوں نہیں آیا۔'' امی نے تعجب سے کہا۔ ''اسے چائے تو پلا دیتی۔''

''میں نے کہا تھا۔'' عابی نے کہا۔ ''انہیں آفس سے دیر ہو رہی تھی۔ ''شام کو آئیں گے۔''

''کیا تم شام کو چلی جاؤ گی؟'' دادو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں دادو۔'' عابی نے جواب دیا۔

''ایک روز تو رہ لو کل چلی جانا۔'' امی نے کہا۔ ''ویسے بھی تم بہت دنوں کے بعد آئی ہو۔''

''امی، وارث سے پوچھوں گی۔ اگر وہ رہنے کی اجازت دیں گے تو رہ لوں گی۔'' عابی نے مسکراتے ہوئے کہا تو امی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ شام کو عابی کے ابو اور بھائی شہباز گھر آئے تو وہ بھی عابی سے مل کر بے حد خوش ہوئے۔ تھوڑی باتیں کرنے کے بعد شہباز جب اپنے کمرے میں چلا گیا تو عابی بھی اس کے پیچھے چلی گئی۔

''شہباز..... تم نے اس لڑکی کے بارے میں کچھ معلوم کیا۔'' عابی نے شہباز سے پوچھا۔

''باجی۔ ایک دوست کے ذمے لگایا ہے۔ بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔'' شہباز نے جواب دیا۔ اس سے پہلے کہ عابی اور بات کرتی اسی لمحے عابی کی امی اس کا سیل فون اٹھائے کمرے میں آئیں۔

''عابی.....!'' امی نے کہا۔

''جی امی.....'' عابی نے کہا۔

''وارث کا فون ہے۔'' امی نے کہا تو عابی نے ان سے فون لے لیا۔

''السلام علیکم!'' عابی نے سیل فون کان سے لگاتے ہوئے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔ تم گھر جانا چاہو تو اپنے بھائی کے ساتھ چلی جاؤ۔'' دوسری طرف سے وارث کی آواز سنائی دی۔ ''میں ایک ضروری کام سے کہیں جا رہا ہوں۔ شاید رات کو لیٹ آؤں۔''

''وارث۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آج رات امی کے ہاں رہ لوں۔'' عابی نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''امی اور دادو بہت اصرار کر رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ رہ لو۔ کل آ جانا۔'' وارث نے کہا اور پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تو عابی نے سیل فون آف کر دیا۔

''کیا کہہ رہا تھا وارث؟'' امی نے بے صبری سے پوچھا۔

''انہوں نے آج رات رہنے کی اجازت دے دی ہے۔'' عابی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''شہباز مجھے کل شام کو چھوڑ آئے گا۔''

''چلو یہ تو بہت اچھا ہو گیا ہے۔'' امی نے خوشی سے کہا۔ ''آؤ میرے ساتھ کچن میں، میں آج تمہاری پسند کا کھانا بنا رہی ہوں۔''

''امی، آپ چلیں میں آتی ہوں۔'' عابی نے کہا تو امی اثبات میں سر ہلاتی ہوئی چلی گئیں۔

''شہباز۔ میرا ایک کام کر دو۔'' عابی، شہباز کی طرف متوجہ ہوئی۔

''جی باجی۔ بتائیں۔'' شہباز نے کہا۔

''مجھے ایک نیو سم لا دو۔'' عابی نے کہا۔

''سم..... آپ نے سم کا کیا کرنا ہے؟'' شہباز کے لہجے میں گہرا استعجاب نمایاں تھا۔

''مجھے اس لڑکی کا نمبر مل گیا ہے جس سے وارث کے تعلقات ہیں۔'' عابی نے بتایا۔ ''میں اسے چیک کرنا چاہتی ہوں۔''

''باجی..... دھیان کیجئے گا کہیں وارث بھائی کو پتہ نہ چل جائے۔'' شہباز نے کہا۔ ''اگر انہیں معلوم ہو گیا تو وہ آپ پر سخت خفا ہوں گے۔''

''میں اس بات کا خاص خیال رکھوں گی۔ تم مجھے ابھی ایک نیو سم لا دو اور اسے اپنے نام پر ایکٹو کر دو۔ اور ہاں۔ تمہارے پاس دوسرا موبائل فون تو ہے ناں۔ وہ بھی مجھے دے دو۔''

''ٹھیک ہے باجی۔'' شہباز نے کہا تو عابی نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

''امی کو کچھ مت بتانا۔'' عابی نے شہباز سے کہا۔

''نہیں بتاؤں گا باجی۔ آپ بے فکر ہو جائیں۔'' شہباز نے کہا۔

شہباز اس رات ایک نیو سم لے آیا جسے اس نے اپنے موبائل میں ایڈجسٹ کر کے اپنے نام کر کے موبائل فون عابی کو دے دیا تو عابی نے سیل فون اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لیا۔

☆.....☆.....☆

دن کے گیارہ بج رہے تھے۔ عابی اپنے بیڈ روم میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ گہری سوچوں میں مستغرق تھی۔ اس کے ہاتھ میں سیل فون تھا اور وہ نازش کو فون کرنے کا سوچ رہی تھی۔ کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے سیل فون آن کیا اور نازش کے نمبر ملانے لگی۔ اسے نازش کا نمبر ذہن نشین تھا۔ نمبر ملانے کے بعد اس نے سیل فون اپنے کان سے لگایا تو اسے دوسری طرف بیل جاتی ہوئی سنائی دینے لگی۔ عابی کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی۔ چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے فون اٹینڈ ہوگیا۔

''ہیلو.....'' دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی تو عابی وہ آواز پہچان گئی کہ وہ نازش ہی ہے لیکن عابی نے کوئی جواب نہ دیا۔

''ہیلو۔ ہو آر یو؟'' ایک بار پھر نازش کی آواز سنائی دی لیکن اس بار بھی عابی خاموش رہی۔

''ہیلو۔ کون ہو تم۔ بولتے کیوں نہیں؟'' نازش نے غصے سے کہا۔ ''او کے۔''

اس کے ساتھ ہی نازش نے فون بند کر دیا تو عابی نے بھی سیل فون آف کر دیا۔ وہ کنفرم کرنا چاہتی تھی کہ دوسری طرف نازش ہے یا کوئی اور لیکن اسے کنفرم ہوگیا تھا کہ یہ نازش ہی تھی چنانچہ وہ اسے میسج کرنے لگی۔

''آر یو نازش؟'' یہ میسج لکھ کر عابی نے نازش کے نمبر پر سینڈ کر دیا اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس کے سیل فون کی بیل بج اٹھی تو عابی نے اسکرین پر دیکھا تو نازش کا نام ڈسپلے ہو رہا تھا۔ عابی نے کال ڈسکنٹ کر دی اور ایک بار پھر میسج لکھنے لگی۔

''میں جانتا ہوں کہ تمہارا نام نازش ہے۔'' عابی نے یہ میسج لکھ کر سینڈ کر دیا۔ عابی نے لڑکا بن کر اس لئے میسج کیا تھا تاکہ نازش کو شک نہ پڑے۔ چند ہی لمحوں کے بعد نازش کی طرف سے جواب آ گیا۔ عابی نے ان بکس کھول کر نازش کا میسج پڑھا۔ لکھا تھا۔

''تم کون ہو اور مجھے کیسے جانتے ہو؟''

عابی نے میسج لکھا۔ ''میں کون ہوں یہ جاننا تمہارے لئے ضروری نہیں ہے۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارے وارث کے ساتھ تعلقات ہیں۔''

میسج سینڈ کرنے کے بعد عابی جواب کا انتظار کرنے لگی۔ چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ایک بار پھر اس کے سیل

فون کی بیل بج اٹھی۔ اس نے بیل کی آواز ہلکی رکھی تھی تا کہ آواز کمرے سے باہر نہ جائے۔ نازش ایک بار پھر اسے فون کر رہی تھی۔ عابی نے لیس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔

''ہیلو..... ہیلو..... تم کون ہو اور مجھے اور وارث کو کیسے جانتے ہو۔ ہیلو..... جواب دو۔'' دوسری طرف سے نازش کی تیز آواز سنائی دی لیکن عابی خاموش بیٹھی رہی۔

''تم بولتے کیوں نہیں ہو..... جواب دو..... ہیلو.....'' نازش نے ایک بار پھر کہا۔ عابی کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

''ہیلو..... ہیلو..... ہیلو.....''

عابی نے کال ڈسکنٹ کر دی اور میسج لکھنے لگی۔

''کیا تم جانتی ہو کہ وارث شادی شدہ ہے؟'' میسج سینڈ کرنے کے بعد وہ جواب کا انتظار کرنے لگی۔ چند ہی لمحوں کے بعد دوسری طرف سے جواب آ گیا۔

''ہاں۔ میں جانتی ہوں کہ وارث شادی شدہ ہے لیکن تم کون ہو اور یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''تم کیسی عورت ہو۔ عورت ہو کر دوسری عورت کا گھر اجاڑنا چاہتی ہو۔ تمہیں شرم و حیا نہیں ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ ایک مرد شادی شدہ ہے اور تم اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہو۔'' عابی نے یہ لکھ کر سینڈ کر دیا۔ غصے سے اس کا وجود کانپ رہا تھا۔ اس بار کافی دیر ہو گئی لیکن نازش نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

''اب تمہاری بولتی کیوں بند ہو گئی ہو۔ بتاؤ۔ تم کیوں شادی شدہ مرد کے پیچھے پڑی ہو۔ آخر تم دوسری عورت کو کیوں برباد کرنے پر تلی ہو۔ تمہارا کیا مقصد ہے؟'' عابی نے ایک اور میسج لکھ کر نازش کو سینڈ کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ نازش کا فون آ گیا۔ عابی نے لیس کا بٹن پریس کر کے کان سے لگا لیا۔

''ہیلو..... ہیلو..... کون ہو تم.....'' دوسری طرف سے نازش کی تیز آواز سنائی دی لیکن عابی خاموش رہی۔ وہ جانتی تھی کہ سیل فون میں وائس ریکارڈنگ کا آپشن ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے نازش اس کی آواز ریکارڈ کر کے وارث کو سنا دے۔ اس طرح وارث اس پر پھر تشدد کر سکتا تھا۔

''ہیلو..... تم بولتے کیوں نہیں ہو۔ بتاؤ تم کون ہو؟'' نازش مسلسل بول رہی تھی۔ عابی خاموش رہی۔ بالآخر

نازش نے کال منقطع کر دی۔ عابی کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری ہوئی تھی۔ نازش چکرا گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جب وہ وارث کو بتائے گی کہ کسی رانگ نمبر سے اسے میسج آئے ہیں تو وہ بھی بہت پریشان ہوگا۔ عابی وارث کا رویہ دیکھنا چاہتی تھی۔

عابی نے سیل فون آف کر کے اسے اپنے سیف میں چھپا کر رکھ دیا تا کہ وارث کو نظر نہ آ سکے۔

شام کو جب وارث گھر آیا تو وہ کافی الجھا ہوا تھا۔ اس کی حالت دیدنی تھی۔ عابی سمجھ گئی کہ نازش نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ اس نے عابی سے کوئی بات نہ کی اور کپڑے چینج کرنے کے بعد وہ بیٹھک میں چلا گیا۔ عابی اس سے چائے کے بارے میں پوچھنے کے لئے بیٹھک میں چلی گئی۔ وارث صوفے پر بیٹھا سیل فون کان سے لگائے بیٹھا تھا۔ وہ اضطراری کیفیت میں مبتلا تھا۔ عابی کو دیکھ کر اس نے سیل فون آف کر کے میز پر رکھ دیا۔

''تم کیوں آئی ہو.....؟'' وارث نے درشت لہجے میں پوچھا۔

''وہ.....وہ میں پوچھنے آئی تھی چائے بنا دوں.....؟'' عابی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''نہیں، مجھے ابھی چائے نہیں پینی.....'' وارث نے کہا تو عابی پلٹ کر جانے لگی تو اسے وارث کی آواز سنائی دی۔ ''سنو.....''

عابی رک گئی اور استفہامیہ نظروں سے وارث کی طرف دیکھنے لگی۔

''جی.....''

''جب تک میں نہ بلاؤں تم یہاں نہ آنا۔'' وارث کا لہجہ تنبیہہ لئے ہوئے تھا۔

''جی بہتر.....'' عابی نے فرمانبرداری سے جواب دیا اور پلٹ کر جانے لگی تو وارث نے ایک بار پھر اسے آواز دی۔

''سنو.....''

عابی پھر رک گئی اور پلٹ کر وارث کی طرف دیکھنے لگی۔ وارث کی یہ کیفیت دیکھ کر عابی کو سمجھنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ رانگ نمبر والے کی وجہ سے پریشان تھا۔

''جی.....'' عابی نے بدستور فرمانبرداری سے پوچھا۔

''مجھے ایک کپ چائے بنا کے دے جاؤ۔'' وارث نے کہا۔

''جی بہتر۔ ابھی بنا کر دے جاتی ہوں۔'' عابی نے جواب دیا اور پھر وہ پلٹ کر بیٹھک سے نکل کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ وارث کے دل میں چور تھا اس لئے وہ بہت بے چین اور الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ چائے بنا کر جب وارث کو دینے بیٹھک میں گئی تو وارث فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔

''ہاں۔ میں نے بار بار ٹرائی کی ہے لیکن وہ نمبر بند جا رہا ہے۔'' وارث کہہ رہا تھا۔ ''جیسے ہی وہ نمبر آن ہوگا تو میں اس سے بات کرنے کی کوشش کروں گا۔ تم پریشان نہ ہو۔ کچھ بھی نہیں ہوگا۔''

عابی کو دیکھ کر وارث خاموش ہوگیا۔ عابی نے کپ ٹیبل پر رکھا اور بیٹھک سے نکل کر اپنے کمرے میں آ کر صوفے پر ڈھیر ہوگئی۔ اس نے ٹی وی آن کیا اور ریموٹ کنٹرول سے چینل بدلنے لگی۔ عابی سمجھ گئی تھی کہ وارث بار بار اس کے نامعلوم نمبر کال کرنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن اس کا فون بند اسے بند مل رہا تھا۔ اب وارث، نازش سے بتا رہا تھا۔ اسے نازش پر بے حد غصہ آ رہا تھا جو اس کا گھر برباد کرنے پر تلی ہوئی تھی لیکن عابی نے بھی ٹھان لی تھی کہ وہ یہ معلوم کر کے رہے گی کہ وارث اور نازش کا کیا رشتہ ہے۔

اگلے دن جب وارث آفس چلا گیا تو گھر کے کام کاج سے فراغت ہونے کے بعد عابی نے سیف میں چھپایا دوسرا سیل فون نکالا اور اسے آن کر کے نازش کو میسج کرنے لگی۔

''ہیلو نازش..... تمہیں میرے بارے میں جاننے کی بے چینی تو بہت ہوگی اور میرا خیال ہے تمہیں ساری رات نیند بھی نہیں آئی ہوگی۔'' یہ لکھ کر اس نے نازش کے نمبر پر سینڈ کر دیا لیکن کئی لمحے گزر گئے نازش کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ عابی ایک اور میسج لکھنے لگی۔

''میں تمہارے اور وارث کے بارے میں جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تم دونوں کے درمیان کیا رشتہ ہے۔ پھر میں جب اس کی بیوی کو بتاؤں گا تو وارث کی بیوی تمہیں نہیں چھوڑے گی۔'' پھر اس نے یہ میسج بھی نازش کے نمبر پر سینڈ کر دیا۔ اسے میسج کیے چند ہی منٹ گزرے تھے کہ سیل فون کی بیل بجنے لگی اور سکرین پر وارث کا نمبر شو کرنے لگا۔ عابی کے چہرے پر دل خراش مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے وارث کا فون ڈسکنٹ کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد پھر اس کے سیل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ عابی بار بار ڈسکنٹ کر دیتی لیکن وارث بار بار کال کر رہا تھا۔

بالآخر عابی نے لیس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگالیا۔

''ہیلو.....ہیلو.....ہیلو.....'' وارث کی آواز عابی کی سماعت سے ٹکرائی۔ وہ بار بار ہیلو کہہ رہا تھا لیکن عابی نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

''تم بولتے کیوں نہیں ہو۔ جواب دو۔ کون ہو تم اور کیوں میری کزن کو تنگ کر رہے ہو۔'' وارث کہہ رہا تھا۔ لفظ کزن سن کر عابی کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

''تم جو کوئی بھی ہو میں تمہارے بارے میں معلوم کر لوں گا پھر میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ ساری زندگی یاد رکھو گے۔'' وارث کہہ رہا تھا۔ ''بتاؤ، کون ہو تم اور کیوں میری کزن کو تنگ کر رہے ہو۔ بولو۔''

عابی نے فون ڈسکنٹ کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد وارث کی کال دوبارہ آ گئی لیکن اس بار عابی نے فون نہ سنا۔ اسے دکھ ہو رہا تھا کہ ایک غیر عورت کے لئے وارث کتنا بے چین ہو رہا تھا حالانکہ وہ اس کی بیوی تھی اور جلد اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی لیکن اسے اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں تھی۔ عابی نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ اگر اسے اپنا گھر بچانے کے لئے کسی حد تک جانا پڑا تو وہ جائے گی۔ وہ یہ معلوم کر کے رہے گی کہ عابی کا نازش سے کیا تعلق ہے۔ اس نے سیل فون آف کر کے دوبارہ سیف میں چھپا کر رکھ دیا۔

☆.....☆.....☆

شام کو وارث گھر آیا تو وہ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے عابی کو ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے اسے شک ہو کہ نازش کو وہی تنگ کر رہی ہے لیکن عابی نے خود کو نارمل رکھا تھا۔

''چائے پئیں گے۔'' عابی نے وارث سے پوچھا۔

''ہاں۔ بنا دو۔'' وارث نے کہا تو عابی نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ چائے کا کپ ٹرے پر رکھے واپس کمرے میں آئی تو چونک پڑی۔ وارث اس کا سیل فون چیک کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے ٹرے وارث کے سامنے ٹیبل پر رکھ دی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وارث اس کے سیل فون سے اس کا دوسرا نمبر تلاش کر رہا ہے۔

''کس کا نمبر تلاش کر رہے ہیں؟'' عابی نے پوچھا۔

''کسی کا نہیں۔'' وارث نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔ ''تمہارے نمبر پر مس کال آئی تھی وہی دیکھ رہا تھا۔''

''کس کی مس کال ہے؟'' عابی نے پوچھا۔

''کسی کی بھی نہیں۔'' وارث نے سیل فون میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی۔''

''میں کافی دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں کہ آپ کچھ الجھے الجھے سے ہیں۔'' عابی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''کیا کوئی مسئلہ ہے؟''

''نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔'' وارث نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''آفس کے کام کی وجہ سے پریشان ہوں۔''

عابی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چائے سپ کرنے کے دوران ہی وارث نے اپنی جیب سے اپنا سیل فون نکالا اور نمبر ڈائل کرنے کے بعد اپنے کان سے لگالیا۔ لیکن جب اسے مطلوبہ نمبر بند ملا تو اس نے جھنجلائے ہوئے انداز میں سیل فون آف کر کے واپس جیب میں رکھ لیا۔ چائے سپ کرنے کے بعد وارث نے کپڑے تبدیل کیے اور گھر سے باہر چلا گیا۔

رات کے آٹھ بجے کھانا کھانے کے بعد عابی نے سیف سے اپنا دوسرا سیل فون نکالا اور اسے آن کرنے کے بعد اس نے نازش کے سیل نمبر پر مس کال بیل کی تو چند ہی لمحوں کے بعد نازش نے اس کال کر دی۔ عابی نے یس کا بٹن پریس کر کے سیل فون اپنے کان سے لگالیا۔

''ہیلو..... ہیلو.....'' دوسری طرف نازش بول رہی تھی۔ ''ہیلو..... تم بولتے کیوں نہیں ہو، کون ہو تم اور کیوں میرا سکون غارت کرنے پر تلے ہو۔ ہیلو، تم بولتے کیوں نہیں ہو۔''

''تم نے بھی تو میرا سکون غارت کیا ہوا ہے۔ تم نے میرے شوہر کو ورغلایا ہوا ہے۔'' عابی نے دل ہی دل میں سوچا لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ نازش مسلسل دوسری طرف سے بول رہی تھی۔ بالآخر نازش نے تنگ آ کر کال ڈراپ کر دی۔ عابی میسج لکھنے لگی۔

''مس نازش۔ جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گی کہ تمہارا وارث کے ساتھ کیا تعلق ہے میں اس وقت تک تمہیں تنگ کرتا رہوں گا۔''

یہ لکھ کر عابی نے نازش کے نمبر پر میسج سینڈ کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وارث کی کال آ گئی۔

''ہیلو..... ہیلو..... کون ہو تم۔ جب تم نے بات ہی نہیں کرنی تو پھر میسج کیوں بھیج رہے ہو۔'' وارث کہہ رہا تھا۔ اس کا لہجہ درشت تھا۔ ''اگر اب تم نے میری کزن کو تنگ کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ میں تمہارا نمبر ٹریس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی وارث نے بھی کال کاٹ دی تو عابی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ اسے وارث کے لہجے میں بے چینی محسوس ہوئی تھی۔ وہ اسی عورت کی وجہ سے اس کے ساتھ نامیانہ رویہ رکھتا تھا۔ اس نے وارث کو میسج لکھنا شروع کر دیا۔

''میں تمہیں جانتی ہوں تمہارا نام وارث ہے اور تمہارا نازش کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ تمہیں ڈوب مرنا چاہیے۔ شادی شدہ ہوتے ہوئے دوسری عورت کے چکر میں پڑے ہو۔ اپنی وفادار بیوی کو دھوکا دے رہے ہو۔ تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لو۔ میں یہ معلوم کر لوں کہ تمہارا نازش کے ساتھ کیا رشتہ ہے پھر میں تمہاری بیوی کو بتا دوں گا۔'' یہ لکھ کر عابی نے وارث کے نمبر پر سینڈ کر دیا اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وارث کا جواب آ گیا۔

''تم کون ہوتے ہو میری ذاتی زندگی میں مداخلت کرنے والے۔ میرے سامنے آ جاؤ تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ نازش میری کزن ہے۔ بس۔ میری بیوی بھی نازش کے بارے میں جانتی ہے۔ بے شک اسے جا کر بتا دو، میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔'' وارث نے لکھا تھا۔ عابی وارث کے آخری فقرے پر طنزیہ مسکرا دی۔ اس نے کتنی صفائی سے جھوٹ بول دیا تھا کہ نازش اس کی کزن ہے اور عابی بھی اس کے بارے میں جانتی ہے حالانکہ وہ نازش کے بارے میں نہیں جانتی تھی اور نہ ہی کبھی وارث نے یا اس کی ساس نے نازش کے بارے میں ذکر کیا تھا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، تمہاری بیوی اس بات سے بالکل بے خبر ہے کہ تم نازش سے ملتے ہو، پہلے میں یہ ثبوت حاصل کر لوں کہ تمہارا نازش کے ساتھ کیا رشتہ ہے۔ اس کے بعد وقت آنے پر میں تمہاری بیوی کو بتا دوں گا۔'' عابی نے یہ لکھ کر وارث کے نمبر پر سینڈ کر دیا لیکن اس بار کافی دیر گزر گئی مگر وارث نے کوئی

جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر مزید انتظار کے بعد جب وارث نے کوئی جواب نہ دیا تو عابی نے سیل فون آف کر کے واپس سیف کے خفیہ خانے میں چھپا دیا۔

وارث کی واپسی حسب معمول رات بارہ بجے ہوئی تھی۔ دروازہ عابی نے ہی کھولا تھا۔ وارث اس وقت بھی بے حد الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ عابی نے دروازہ بند کیا اور وارث کے پیچھے چلتی ہوئی کمرے میں آ گئی۔

''کھانا کھائیں گے؟'' عابی نے پوچھا۔

''نہیں۔ میں نے دوستوں کے ساتھ کھا لیا تھا۔'' وارث نے کہا اور شوز اتارنے لگا۔

''سنیں، آپ کل ٹائم نکال کر مجھے ڈاکٹر کے پاس تو لے چلیں۔'' عابی نے بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے کہا تو وارث نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''میں آفس کے کاموں میں بہت بزی ہوں۔ تم امی کے ساتھ چلی جاؤ۔'' وارث نے شوز اتار کر ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا تو عابی خاموش ہو گئی۔ پھر وارث اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔ منہ ہاتھ دھونے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد وہ بستر پر آ کر سو گیا۔

☆.....☆.....☆

کچھ عرصے کے بعد اللہ نے عابی کو ایک چاندسی بیٹی عطا کی تھی۔ بیٹی کی پیدائش ایک ہسپتال میں ہوئی تھی پھر عابی ہسپتال سے اپنے میکے آ گئی تھی۔ ہسپتال میں داخل ہونے سے پہلے عابی کی امی نے وارث کو فون کر دیا تھا لیکن وارث نے اچھا کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔ پھر وارث ہسپتال بھی نہیں آیا تھا۔ عابی کی امی کو وارث کے ایسے رویے کی توقع نہیں تھی۔

عابی بیٹی کو پا کر بے حد خوش تھی۔ اس کا خیال تھا کہ جب وارث کو پتہ چلے گا کہ وہ بیٹی کا باپ بن گیا ہے تو وہ بھی بے حد خوش ہو گا اس لئے اس نے اپنی امی سے کہا کہ وہ وارث کو فون کر کے خوشخبری سنا دے۔ عابی کی امی نے وارث کو فون کر کے خوشخبری سنا دی تھی لیکن شاید وارث کو خوشی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے ''اچھا میں جلد آؤں گا'' کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔ جب اس کی امی اس کے سوپ بنا کر لائیں تو عابی نے ان سے پوچھا۔

''امی.....آپ نے وارث کوفون کر دیا تھا؟'' عابی نے پوچھا۔

''ہاں.....'' امی نے گردن ہلائی۔

''پھر کیا کہا انہوں نے.....'' عابی نے پوچھا۔

''اس نے کہا کہ وہ جلد آئے گا۔'' امی نے جواب دیا تو عابی کا دل بجھ سا گیا۔

''عابی بیٹا۔تم کیوں اداس ہوتی ہے۔جب اسے بیٹی کی تڑپ ستائے گی تو وہ خود ہی دوڑا چلا آئے گا۔'' امی اس کے قریب بیٹھتی ہوئی بولیں۔''لو تم سوپ پیو۔''

امی عابی کو چمچ بھر بھر کو سوپ پلانے لگیں۔ننھی پری اس کے پہلو میں ہی سو رہی تھی۔عابی نے شام تک وارث کا انتظار کیا لیکن وہ نہ آیا۔یہاں تک کہ اس نے فون کرنا بھی گوارہ نہ کیا۔عابی اپنے بھائی کا دیا ہوا موبائل فون بھی اپنے ساتھ لائی تھی۔

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ ایک ہفتہ ہو گیا لیکن وارث اپنی بیٹی کو دیکھنے اور عابی سے ملنے نہ آیا البتہ عابی کی ساس اسی دن ہی آ گئی تھی۔وہ بچی کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی تھیں۔عابی نے ان سے وارث کے رویئے کا ذکر کیا تو وہ بھی اداس ہو گئی تھیں اور انہوں نے عابی سے کہا تھا کہ جب وارث گھر آئے گا تو وہ اسے سمجھائیں گی لیکن ان کے سمجھانے کے باوجود وارث بیٹی کو دیکھنے نہ آیا۔

ایک دن عابی نے خود ہی وارث کو فون کر دیا۔سلام کرنے کے بعد اس نے کہا۔

''وارث۔کیا آپ کو بیٹی کی پیدائش کی خوشی نہیں ہوئی؟''

''کیا تم نے یہی پوچھنے کے لئے مجھے فون کیا ہے؟'' وارث کا لہجہ تیکھا تھا۔

''ہاں۔آپ کے رویے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو بیٹی کی خوشی نہیں ہے۔'' عابی نے تند و تیز لہجے میں کہا۔''بتائیں کیا آپ کو بیٹی کی خوشی نہیں ہے؟''

''دیکھو عابدہ۔میرے پاس تمہارے ان فضول سوالوں کا جواب نہیں ہے۔'' وارث نے سرد مہری سے کہا۔''میں اس وقت بہت بزی ہوں اگر مجھے وقت ملا تو میں آ جاؤں گا۔''

اس کے بعد وارث نے کال کاٹ دی تھی۔عابی کو وارث پر بے حد افسوس اور غصہ آیا تھا لیکن وہ کمال ضبط

سے سہہ گئی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے دو مہینے گزر گئے لیکن وارث اپنی بیٹی کو دیکھنے اور اس کا حال احوال پوچھنے تک نہ آیا یہاں تک کہ اس نے فون بھی کرنا گوارا نہ کیا۔ عابی نے ابھی تک بیٹی کا کوئی نام بھی نہیں رکھا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا نام وارث کی مشاورت سے رکھا جائے تاکہ کل کلاں کو وہ اسے طعنے نہ دے کہ اس سے پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا اور خود ہی اس کا نام رکھ لیا۔

عابی کے والدین متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ عابی اور اس کے بچے کے اخراجات اس کے والد اور بھائی نے اٹھائے تھے۔ وارث نے ایک پائی تک نہیں دی تھی۔ عابی نے سوچا کہ اسے اپنے والدین کے گھر رہتے ہوئے دو ماہ ہو گئے ہیں اس لئے اب اسے اپنے گھر جانا چاہیے چنانچہ اس نے وارث کو فون کیا۔

''ہیلو۔'' وارث کی آواز سنائی دی۔ اس کی آواز نیند میں ڈوبی ہوئی تھی شاید وہ سو رہا تھا۔ عابی حیران رہ گئی کہ اس دن منگل تھا اور وارث کو آفس ہونا چاہئے تھا مگر وہ گھر پر سو رہا تھا۔

''عابدہ بول رہی ہوں۔'' عابی نے کہا۔

''ہاں بولو۔ کیوں فون کیا ہے؟'' وارث کی نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

''کیا آج آپ آفس نہیں گئے؟''

''آفس۔'' وارث کی گڑبڑاتی آواز سنائی دی۔ ''نہیں..... میں نے کچھ دن کی چھٹی لی ہوئی ہے۔ تم نے فون کیوں کیا ہے۔''

''میں نے یہ کہنا تھا کہ آپ آج شام کو مجھے یہاں سے گھر لے جائیں۔'' عابی نے کہا۔

''گھر۔'' وارث کی اس بار چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''ہاں گھر۔'' عابی نے کہا۔ ''کیا آپ مجھے گھر نہیں لے جائیں گے۔ کیا میں ساری زندگی اپنے والدین کے گھر پر بیٹھی رہوں گی۔ آپ نے اپنی بیٹی کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔''

''میں بہت بزی رہا ہوں اس لئے نہیں آسکا۔'' وارث نے کہا۔ ''اچھا سنو، ابھی تم اپنے والدین کے گھر رہو، جمعہ کو تم اپنے بھائی کے ساتھ گھر آجانا۔''

''کیوں، کیا آپ کہیں جا رہے ہیں؟'' عابی نے حیرت اور تجسس سے پوچھا۔

''ہاں۔'' وارث نے کہا۔ ''میں کچھ دنوں کے لئے آفس کے کام کی وجہ سے شہر سے باہر جارہا ہوں۔''

''اچھا، آپ اپنی بیٹی کا نام تو رکھ دیں۔'' عابی نے کہا۔ ''آپ کے ذہن میں کیا نام ہے؟''

''تم خود ہی کوئی نام رکھ لو، مجھے نہیں معلوم۔ اچھا اب میں فون بند کررہا ہوں۔ مجھے سفر کی تیاری کرنی ہے۔''

اس سے پہلے کہ عابی مزید کوئی بات کرتی، وارث نے فون بند کردیا۔ عابی نے ٹوٹے دل کے ساتھ فون ٹیبل پر رکھ دیا اور سوچنے لگی کہ کیا وارث سچ کہہ رہا تھا یا بہانہ بنا رہا تھا۔ کئی لمحے اسی سوچ میں گزر گئے۔

''عابی، عابی۔'' اسی لمحے اس کی امی اسے آوازیں دیتی ہوئی کمرے میں آئی۔ جب اس نے عابی کو سوچ میں ڈوبا دیکھا تو وہ چونک پڑیں۔ ''کیا بات ہے عابی، کیا ہوا ہے؟'' امی نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا تو عابی نے ساری بات بتادی۔

''بیٹی، اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے، ظاہری سی بات ہے وہ سرکاری نوکری کرتا ہے اور سرکاری کام کے سلسلے میں اسے جانا پڑ گیا ہے۔'' امی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''تم اگر مزید کچھ دن رہ لوگی تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، بیٹیاں اپنے والدین پر بوجھ تھوڑی ہوتی ہیں۔'' ان کے لہجے میں مٹھاس عود آئی تھی۔

عابی نے امی کی طرف دیکھا۔

''نہیں امی، ایسی بات نہیں ہے۔''

''تو پھر کیا بات ہے۔ جیسا شوہر کہتا ہے ویسا ہی کرو۔'' امی نے اسے ایک بار سمجھایا۔ اب عابی امی کو کیا بتاتی کہ اصل بات کیا ہے۔ وارث اِن دنوں کس چکر میں ہے۔ اگر اس نے امی کو بتادیا تو وہ ابو کو بتادیں گی اور اس طرح بات بگڑ جائے گی۔ عابی چاہتی تھی کہ جب تک وہ وارث کے خلاف کوئی ثبوت حاصل نہ کرلے تب تک وہ کسی کو کوئی بات نہیں بتانا چاہتی تھی۔

''امی، چائے تو پلادیں۔'' عابی نے بات بدلنے کی خاطر مسکرا کر کہا تو امی مسکرادیں۔

''ابھی چائے بنادیتی ہوں اپنی بیٹی کو۔'' امی نے کہا اور پھر وہ کمرے سے نکل گئیں۔

عابی نے کو عائزہ نام بے حد پسند تھا چنانچہ اس نے اپنی امی سے مشاورت کرکے اپنی بیٹی کا نام عائزہ رکھ دیا۔

رات آٹھ بجے عابی اپنے کمرے میں موجود تھی اور عائزہ کو سلانے کی کوشش کررہی تھی کہ اسی لمحے اس کا

بھائی شہباز آ گیا۔ وہ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''باجی، آپ کے لئے ایک بری خبر ہے۔'' شہباز نے کہا تو عابی بے اختیار چونک پڑی۔

''بری خبر، کیسی بری خبر؟'' عابی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''باجی، سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ کو کیسے بتاؤں۔'' شہباز نے کہا۔ ''جب آپ کو پتہ چلے گا تو آپ کو شاک لگے گا۔''

''آخر ایسی کیا بات ہے، بتاؤ مجھے۔'' عابی کے لہجے میں بے چینی عود آئی۔

''باجی، وارث بھائی کی جس عورت سے دوستی تھی نا۔'' شہباز کہتے کہتے رک گیا۔

''تو..... تو پھر۔ چپ کیوں ہو گئے ہو۔'' عابی نے تیزی سے کہا۔

''باجی، وارث بھائی نے اس سے شادی کر لی ہے۔'' بالآخر شہباز نے کہہ ہی دیا۔ اس کی بات سن کر عابی کو سچ مچ میں شاک لگا اور وہ پتھر کا بت بن گئی۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔

''کک..... کیا کہہ رہے ہو شہباز۔ جو تم کہہ رہے ہو وہ سچ ہے۔'' عابی نے یقین نہ کرنے والے لہجے میں کہا۔

''ہاں باجی، میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' شہباز نے جواب دیا۔ ''آج دوپہر کو میں آفس کے ایک کام سے کہیں جا رہا تھا کہ مجھے وارث بھائی اسی عورت کے ساتھ دکھائی دیئے جس کے ساتھ میں پہلے بھی انہیں دیکھ چکا تھا۔ وہ انہیں موٹر سائیکل پر بٹھائے جا رہے تھے۔ میں نے ان کا تعاقب کیا۔ وہ سلطان کالونی کے ایک مکان میں چلے گئے تھے۔ اتفاق سے مجھے میرا ایک دوست ریاض مل گیا، ریاض اسی کالونی میں رہتا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں وہاں کیا کر رہا ہوں تو میں نے اس سے کہا کہ میں وہاں سے گزر رہا تھا۔ پھر ہم باتیں کر رہے تھے کہ اسی وقت وارث بھائی گھر سے باہر نکل آئے تھے۔ وہ ایک شاپ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے ریاض سے پوچھا کہ کیا یہ تمہارے نئے محلے دار ہیں تو اس نے بتایا کہ وہ نئے کرائے دار ہیں اور حال ہی میں انہوں نے شادی کی ہے۔'' شہباز بتاتا جا رہا تھا اور عابی سُن ہو کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں خون ہی نہ رہا ہو۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وارث خاموشی سے دوسری شادی کر سکتا ہے۔ وارث نے اسے دھوکا دیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ اسی لمحے عابی کی امی ٹرے اٹھائے کمرے میں آ گئیں۔ ٹرے میں ایک کپ رکھا ہوا تھا جس میں چائے تھی۔ امی نے جب عابی کو غصے میں دیکھا تو وہ حیران رہ گئیں۔

''کیا بات ہے عابی، تم ٹھیک تو ہو نا۔'' امی نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے کہا لیکن عابی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بدستور سُن بیٹھی رہی۔

''عابی، کیا بات ہے بیٹی؟ کچھ مجھے بھی تو پتہ چلے۔'' امی نے پریشان لہجے میں کہا پھر وہ شہباز کو دیکھنے لگیں۔ ''شہباز، کیا بات ہے، عابی کو کیا ہو گیا ہے؟''

''امی..... وہ..... وہ'' شہباز کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ انہیں کیا جواب دے۔

''امی..... وارث نے دوسری شادی کر لی ہے۔'' بالآخر عابی نے کہا تو امی بے ساختہ اچھل پڑیں اور ان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''کیا..... کیا کہہ رہی ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' امی نے ششدر لہجے میں کہا۔ ''تمہیں کس نے بتایا ہے۔''

''امی، میں نے بتایا ہے۔'' شہباز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔'' امی پریشان ہو گئیں۔

''شہباز۔ تم مجھے وہاں لے چلو۔'' عابی نے شہباز سے کہا۔

''لیکن باجی.....''

''میں نے تمہیں کہا ہے کہ تم مجھے وہاں لے چلو۔'' عابی نے کہا۔

''عابی۔ صبر اور تحمل سے کام لو۔ اس طرح بات بگڑ جائے گی۔'' امی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''نہیں امی، آج فیصلہ ہو کر رہے گا کہ وہ مجھے رکھیں گے یا دوسری بیوی کو۔'' عابی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''مجھے پہلے ہی ان پر شک تھا اور آج پتہ چل گیا ہے کہ وارث اور نازش کے درمیان کوئی چکر ہے۔ چلو شہباز۔''

امی نے اسے روکنے کی بے حد کوشش کی لیکن عابی نے ان کی بات نہ مانی اور شہباز کے ساتھ سلطان کالونی کی طرف چل دی۔ اس نے اپنی بیٹی عائزہ کو بھی ساتھ لیا تھا۔ پھر جب عابی نے وارث کے گھر کے دروازے پر پہنچ کر کال بیل بجائی تو دروازہ ایک ادھیڑ عمر عورت نے کھولا۔ عابی نے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو ادھیڑ عمر عورت نے اس کا راستہ روک لیا۔

''ارے رکو۔ کون ہو تم اور ایسے منہ اٹھائے کہاں جا رہی ہو؟'' ادھیڑ عمر عورت نے تیز لہجے میں کہا۔

''میں وارث کی بیوی عابدہ ہوں اور وارث کو دوسری شادی کی مبارک باد دینے آئی ہوں۔'' عابی نے زہریلے لہجے میں کہا تو ادھیڑ عمر عورت کے چہرے پر زردی پھیل گئی اور وہ فق نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات کرتی، عابی اندر داخل ہوگئی۔ اندر داخل ہونے کے بعد اسے ایک کمرے سے وارث کی آواز سنائی دی تو وہ اسی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ ادھیڑ عمر عورت اور شہباز بھی اس کے پیچھے آرہے تھے۔ عابی نے کمرے میں داخل ہوکر دیکھا کہ وارث ایک لڑکی کے ساتھ صوفے پر بیٹھا اس سے باتیں کررہا تھا مگر جب اس کی نظر عابی پر پڑی تو وہ بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ لڑکی بھی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے گلابی رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ ہاتھوں پر مہندی لگی ہوئی تھی۔ اس کی رنگت گوری تھی اور وہ اچھی خاصی خوبصورت تھی۔ اسی لمحے ادھیڑ عمر عورت اور شہباز بھی کمرے میں آگئے۔ ادھیڑ عمر عورت حواس باختہ دکھائی دے رہی تھی۔

''عابدہ.....تت.....تم۔'' وارث نے ہکلا کر کہا۔ ''اور یہاں۔''

''وارث صاحب۔ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ آپ نے دوسری شادی کرلی ہے اور میں آپ کو مبارک باد دینے آئی ہوں۔'' عابی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

مگر وارث خاموش کھڑا رہا۔

''مجھے پہلے ہی آپ پر شک تھا کہ آپ چھپ چھپ کر کسی دوسری عورت سے فون پر باتیں کرتے ہیں۔ اسی عورت کی وجہ سے آپ مجھے نظر انداز کرتے رہے ہیں۔ آپ بلاوجہ مجھ پر تشدد کرتے تھے، مجھ پر جھوٹے الزام لگاتے تھے۔'' عابی پھٹ پڑی۔

''کیا بکواس کررہی ہو عابدہ۔ تم ہوش میں تو ہو۔ میں نے شادی کی ہے کوئی گناہ نہیں کیا۔'' وارث نے غصے سے کہا۔ ''ویسے بھی مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے۔ اگر میں نے دوسری شادی کرلی ہے تو کیا اس میں کیا قباحت ہے۔ دوسری شادی کرنا میرا شرعی حق ہے۔''

''شرعی حق۔'' عابی نے وارث کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''آپ پہلی بیوی کے حقوق تو پورے کرنہیں سکے اور شرعی حق کی بات کررہے ہیں۔ وارث صاحب آپ مردوں کو شرعی حق صرف دوسری شادی پر ہی کیوں یاد آتا

ہے۔اس کے علاوہ بھی تو اور شرعی حق ہیں۔اللہ نے آپ کو چاندسی بیٹی عطا کی اور آپ ایسے سنگدل انسان ہیں کہ آپ نے اپنی بیٹی کو دیکھنا تو ایک طرف اس کے پیدا ہونے کی مبارک باد تک نہ دی۔کیسے انسان ہیں آپ۔''

عابی کے چیخنے پر عائزہ رونے لگی۔

''دیکھو عابدہ۔جو ہونا تھا سو وہ ہو چکا ہے۔اب تمہیں اس شادی کو قبول کرنا ہوگا۔'' وارث نے کہا۔''کیونکہ میں شادی سے پہلے ہی نازش کو پسند کرتا تھا اور اسی سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر امی کی وجہ سے مجھے مجبوراً تم سے شادی کرنا پڑی تھی۔''

''نہیں۔میں اس شادی کو ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔'' عابی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔''اگر آپ کو مجھ سے شادی نہیں کرنا تھی تو آپ نے میری زندگی کیوں برباد کی۔'' وارث غصے سے عابی کو گھورنے لگا۔

''وارث۔آپ کیا سوچ رہے ہیں۔اسے طلاق دیں اور اس سے جان چھڑائیں۔''اسی لمحے نازش نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔''آپ نے کہا تھا کہ آپ وقت آنے پر اسے طلاق دے دیں گے اب وہ وقت آ گیا ہے۔''

عابی نے گھور کر نازش کو دیکھا۔

''ہاں ہاں۔یہ مجھے طلاق دیں کیونکہ میں اب ان کے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتی۔'' عابی نے کہا۔''کیونکہ یہ دھوکے باز اور شکی انسان ہے۔تم دیکھنا جب یہ تم پر شک کرے گا اور تم پر تشدد کرے گا تو تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی۔لیکن پھر تمہارے پاس پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔''

''عابدہ، چپ ہو جاؤ اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔'' وارث نے چیختے ہوئے کہا۔''میں تمہیں کل طلاق کے کاغذات بھجوا دوں گا۔''

''سن لیا تم نے۔اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' نازش نے کہا۔

''چلو شہباز۔'' عابدہ نے شہباز سے کہا اور پھر اس کے ساتھ وہاں سے چلی گئی جبکہ وارث سر پکڑ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

☆.....☆.....☆

عابی اور شہباز گھر داخل ہوئے تو عابی کی امی نے جو صحن میں بیٹھی عائزہ کو فیڈر سے دودھ پلا رہی تھیں عابی کی

طرف دیکھا۔اس کے ابو اور دادی بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔

''کیا ہوا عابی؟'' امی نے بے چینی سے پوچھا۔

''معاملہ حل ہو گیا ہے'' عابی نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟'' امی اسے تکنے لگیں۔

''وارث کل مجھے طلاق کے کاغذات بھجوا دیں گے۔'' عابی نے کہا۔

''کیا۔طلاق۔'' امی دم بخود رہ گئیں۔

''عابی۔یہ کیا کہہ رہی ہو؟'' امی حیران تھیں۔

''ہاں امی۔اب بہت ہو گیا۔اب میری برداشت جواب دے گئی ہے۔میں بھی اس دھوکے باز اور شکی انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتی جس نے میری زندگی اجیرن کی ہوئی تھی، جس نے مجھ پر بے پناہ تشدد کیا ہے، اذیتیں دی ہیں صرف اسی عورت کی خاطر جس سے اس نے شادی کی ہے۔وارث نے مجھے بہت اذیتیں دی ہیں امی۔آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔یہاں تک کہ اسے اپنی بیٹی کی پیدائش پر بھی ذرا خوشی نہیں ہوئی۔اس نے اپنی بیٹی کو دیکھنا تک گوارا نہیں کیا۔اس سے بہتر ہے کہ میں اس سے علیحدہ ہی ہو جاؤں۔''

''عابی۔سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔'' دادی نے مداخلت کی۔

''دادو، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔'' عابی نے جواب دیا۔''فیصلہ تو ہو چکا ہے۔''

''بیٹی! میں وارث سے بات کروں؟'' عابی کے ابو نے پوچھا۔

''نہیں ابو۔آپ وارث سے ہرگز بات نہیں کریں گے۔'' عابی نے کہا۔''وہ شخص آپ کی قدر نہیں کرتا اس لئے میں نہیں چاہتی کہ وہ آپ کی بے قدری کرے۔''

عابی کے ابو نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''عابی۔.....'' امی نے کہنا چاہا مگر عابی نے انہیں چپ کرا دیا۔

''امی! خدا کے لئے مزید کوئی بات نہ کریں۔میں اپنے فیصلے پر ڈٹی ہوئی ہوں اور وارث کے ساتھ ہرگز نہیں رہنا چاہتی۔'' عابی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''عابی! طلاق یافتہ عورت کی دوسری جگہ شادی بہت مشکل سے ہوتی ہے۔لوگ کھوج میں رہتے ہیں کہ لڑکی کو طلاق کس وجہ سے ہوئی ہے۔'' دادی جان نے اسے سمجھایا۔

''دادو۔ مجھے اب دوسری شادی نہیں کرنی۔'' اتنا کہہ کر عابی، عائزہ کو اٹھائے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''غلطی ہماری ہے عابی کی ماں۔ جب عابی کا رشتہ آیا تھا تو ہمیں لڑکے کے بارے میں مکمل چھان بین کرنی چاہیے تھی۔'' عابی کے ابو نے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' عابی کی امی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔''شادی سے پہلے تو اس کا مزاج ٹھیک تھا مگر جب سے دوسری عورت اس کی زندگی میں آئی ہے تب سے اس کے مزاج بدل گئے ہیں۔''

''اللہ میری بچی کے نصیب اچھے کرے۔'' امی نے عابی کو دعا دی۔

اگلے دن وارث نے اپنے وکیل کے ذریعے عابی کو طلاق کے کاغذات بھجوا دیئے تھے۔اس نے عابی کو طلاق دے دی تھی۔طلاق کے کاغذات دیکھ کر عابی چند لمحے سکتے کے عالم میں بیٹھی رہی تھی پھر اس نے ان کاغذات پر دستخط کر دیئے تھے۔اس کے چہرے پر ذرا بھی ملال نہیں تھا۔وکیل کے جانے کے بعد عابی اپنے کمرے میں چلی گئی۔اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ عدت گزارنے کے بعد وہ دوبارہ نوکری کر کے اپنی بیٹی عائزہ کی اچھی تعلیم و تربیت کرے گی۔طلاق کی خبر جیسے ہی وارث کی امی کو ملی تو وہ دوسرے دن عابی کے پاس آ گئیں۔ان کے چہرے پر شرمندگی اور ملال تھا۔عابی کی امی عائزہ کو اٹھائے بیٹھی تھیں۔عابی نے انہیں کہا تھا کہ وہ وارث کی امی سے کوئی تلخ بات نہیں کریں گی اس لئے وہ خاموش تھیں۔

''عابی بیٹا۔ دنیا میں وہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں بہت اچھی بہوئیں ملتی ہیں۔میں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل تھی لیکن افسوس کہ میرا اپنا بیٹا ہی صحیح نہیں تھا۔کاش مجھے پتہ ہوتا تو میں تمہاری زندگی برباد نہ کرتی۔'' وارث کی امی نے کہا۔

''امی جان۔اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔یہ تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں۔'' عابی نے کہا۔''میری قسمت میں یہی لکھا ہوا تھا اس لئے میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔''

''عابی۔تم بہت ہمت والی لڑکی ہو۔'' وارث کی امی نے کہا۔''اللہ تمہیں اس کا بہت بڑا اجر دے گا۔''

عابی نے کوئی جواب نہ دیا۔

''عابی۔کیا میں اپنی پوتی سے ملنے آسکتی ہوں۔'' وارث کی امی نے چند لمحوں کے بعد پوچھا۔

''جی ہاں امی۔یہ آپ کی پوتی ہے۔آپ کا جب دل چاہے آپ اس سے ملنے آجایا کریں۔'' عابی نے کہا۔

''شکریہ بیٹی۔''

وارث کی امی کچھ دیر وہاں رہیں پھر وہ عائزہ کو پیار کر کے چلی گئیں۔کچھ دنوں کے بعد عابی نے اپنے سسرال سے اپنا سامان اٹھوالیا تھا۔

☆.....☆.....☆

عابی کی عدت گزر گئی تھی۔ایک دن عابی اور اس کی دادی جان گھر پر موجود تھیں جبکہ اس کی امی بازار سے سبزی لینے گئی ہوئی تھیں اور اس کی دادی جان اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھیں کیونکہ کچھ دنوں سے ان کی طبیعت ناساز تھی۔عابی چارپائی پر بیٹھی ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھی جبکہ عائزہ جھولے میں سو رہی تھی۔ اسی لمحے کال بیل بجی تو عابی چونک پڑی۔وہ سمجھ گئی کہ اس کی امی بازار سے سبزی خرید کر آگئی ہیں چنانچہ اس نے آنچ ہلکی کی اور کچن سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔اس نے دروازہ کھولا تو باہر ایک خاتون موجود تھی جس نے جدید تراش خراش کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔اپنے حلیے سے وہ متمول گھرانے سے دکھائی دیتی تھی۔عابی نے اس کا سراپا جائزہ لے لیا تھا۔

''جی فرمائیں۔'' عابی نے کہا۔

''مجھے عابدہ سے ملنا ہے۔'' خاتون نے شائستہ لہجے میں کہا۔''آئی تھنک تم ہی عابدہ ہو۔''

خاتون کے منہ سے اپنا نام سن کر عابی بے انتہا چونکی۔''جی۔میں ہی عابدہ ہوں مگر آپ مجھے کیسی جانتی ہیں.....''

''میرا نام انیلا ہے،انیلا حمید۔کیا ہم بیٹھ کر باتیں کر سکتے ہیں۔'' خاتون نے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔

''میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔''

''جی آیئے۔'' عابی نے راستہ چھوڑ دیا تو انیلا حمید اندر داخل ہوگئی۔عابی نے دروازہ بند کیا اور انیلا حمید کو اپنے ساتھ لے کر برآمدے میں آگئی۔

''بیٹھیں۔'' عابی نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو انیلا حمید کرسی پر بیٹھ گئی۔

''گھر پر تمہاری امی نہیں ہیں؟'' انیلا حمید نے پوچھا۔

''نہیں۔ امی بازار گئی ہیں۔'' عابی نے جواب دیا۔

''ہونہہ۔'' انیلا حمید نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''عابدہ۔ میں دانیال کی بہن ہوں۔''

دانیال کا نام سن کر عابی بے اختیار چونک پڑی اور اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''دانیال۔ لیکن آپ.....''

انیلا حمید نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''میں دانیال کی بڑی بہن ہوں۔''

''یہاں کیوں آئی ہیں؟'' عابی نے کہا۔

''دانیال نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔'' انیلا حمید نے کہا۔

''آپ کو میرے گھر کا ایڈریس کس نے دیا ہے؟'' عابی کے لہجے میں تعجب تھا۔

''تمہارے بھائی شہباز نے۔'' انیلا حمید نے کہا تو عابی کے چہرے پر استعجاب پھیل گیا۔

''شہباز نے.....لیکن.....''

''شہباز، دانیال کی کمپنی میں ملازمت کرتا ہے۔'' انیلا حمید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''شہباز کی زبانی ہی دانیال کو معلوم ہوا ہے کہ تمہیں ڈائیورس ہو چکی ہے جس کا مجھے بھی بے حد افسوس ہے۔''

''لیکن میں آپ کے یہاں آنے کا مقصد نہیں سمجھ سکی۔'' عابی نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

''دانیال تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔'' انیلا حمید نے کہا۔

''کیا.....؟'' عابی حیرت سے اچھل پڑی۔ دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟''

''میں جانتی ہوں کہ یہ بات تمہارے لیے تکلیف دہ ہے۔'' انیلا حمید نے کہا۔ ''دانیال نے مجھے ساری بات بتا دی ہے۔ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا تھا اور اس نے امی کو منانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی یہاں تک کہ امی کو ایموشنلی بلیک میل کرنے کے لیے وہ لندن چلا گیا تھا لیکن.....لیکن امی نے دانیال کو دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے

فوراً واپس آ کر شاہدہ سے شادی نہ کی تو وہ خودکشی کر لیں گی۔ بس دانیال کو مجبوراً واپس آنا پڑا اور اس کی شاہدہ سے شادی ہوگئی۔ دانیال کا مزاج شاہدہ سے نہ ملتا تھا، دونوں کی ایک دوسرے سے کبھی نہیں بنتی تھی کیونکہ شاہدہ ایک شکی مزاج لڑکی تھی۔ اس کا موبائل چیک کرتی رہتی تھی جس کی وجہ سے دانیال اس سے بے حد تنگ تھا۔ دانیال نے تمہیں بتانے کی بہت کوشش کی تھی لیکن تم نے اس کی بات نہیں سنی۔ تمہیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ چھ ماہ پہلے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں امی اور شاہدہ کی ڈیتھ ہو چکی ہے اور دانیال تین ماہ ہسپتال میں ایڈمٹ رہا ہے۔ اسے شدید چوٹیں لگی تھیں لیکن اللہ کو اس کی زندگی مقصود تھی اس لئے وہ جلد صحت یاب ہو گیا۔"

"کیا.....؟" عابی نے بے ساختہ کہا۔ "اوہ ویری سیڈ۔ مجھے واقعی معلوم نہیں تھا۔"

اس کے چہرے پر افسوس کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"دانیال نے تمہیں بتانے کی کوشش کی تھی لیکن تم نے اس کی بات نہیں سنی تھی۔" انیلا حمید نے اپنی بات جاری رکھی۔ "بہر حال جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کیا جواب دیتی ہو۔"

"میں کیا جواب دے سکتی ہوں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" عابی نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "میری ایک بچی ہے۔"

واقعی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"میں اگلی بار آؤں گی تو دانیال کا رشتہ لے کر آؤں گی۔" انیلا حمید کی آواز عابی کی سماعت سے ٹکرائی لیکن عابی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا تھا۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "بچی کی تم فکر نہ کرو۔ دانیال اسے بھی اپنانے کو تیار ہے۔"

اسی دوران عابی کی والدہ بھی آ گئیں۔ سلام و دعا کے بعد عابی نے امی کو بتا دیا کہ شہباز جس کمپنی میں ملازمت کرتا ہے انیلا حمید کمپنی کے مالک دانیال کی بہن ہیں۔

"عابی.....ان کی خدمت بھی کی ہے یا باتوں میں لگائے بیٹھی ہو؟" امی نے کہا۔

"میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" عابی نے جواب دیا اور اٹھ کر کچن میں آ کر چائے بنانے لگی۔ اس کے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے۔ وہ دانیال کو قصوروار سمجھتی آئی تھی لیکن اب بات واضح ہو چکی تھی کہ دانیال بے قصور تھا۔ چائے پینے کے بعد جب انیلا حمید چلی گئی تو عابی اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ کشمکش میں مبتلا ہو چکی تھی۔ وہ اب

شادی نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ الجھن میں گرفتار ہو چکی تھی۔ حالات نے اسے دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔ وہ مشرقی لڑکی تھی اس لئے وہ اپنی ماں کو یہ نہیں بتا سکی تھی کہ انیلا حمید کا بھائی دانیال اس سے محبت کرتا ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

کچھ روز کے بعد انیلا حمید دوبارہ اس کے گھر آئی تو وہ دانیال کا رشتہ لے کر آئی تھی۔ امی تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ انہوں نے انیلا حمید سے کہہ دیا تھا کہ وہ عابی اور اس کے ابو سے بات کر کے ایک ہفتے کے اندر اندر جواب دیں گی۔ امی نے پہلے عابی کے ابو سے بات کی تو انہوں نے عابی پر چھوڑ دیا کہ اگر عابی راضی ہے تو انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ پھر امی نے عابی سے بات کی تو اس نے سر جھکا لیا۔

''بیٹا۔ دانیال بہت اچھا نوجوان ہے۔ تمہارے ابو اس سے مل چکے ہیں اس لئے انہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ صرف تمہاری رضامندی چاہیے۔''

لیکن عابی نے کوئی جواب نہ دیا۔

''عابی..... کچھ تو بولو۔''

''امی..... اگر آپ اور ابو کو یہ رشتہ منظور ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' بالآخر عابی نے ہاں کر ہی دی۔

''اللہ تمہیں بے حد خوش رکھے۔ آمین۔'' امی نے مسکراتے ہوئے اسے دعائیں دیں اور اس کے کمرے سے چلی گئیں۔

اگلے مہینے کی بیس تاریخ کو عابی کی شادی دانیال سے ہو گئی۔ دانیال خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ وہ عابی کو پا کر بے حد خوش تھا۔ عابی بھی بے حد خوش تھی کہ دانیال ایک بہت اچھا اور آئیڈیل شوہر ثابت ہوا تھا۔ اس نے نہ صرف اس کی بچی عائزہ کو قبول کر لیا تھا بلکہ اسے باپ کا پیار بھی دے رہا تھا۔ عابی کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جلتے ہوئے صحرا سے نکل کر ایک دم سرسبز و شاداب نخلستان میں آ گئی ہو۔